شیعہ فرقے کے باطل عقائد اور اُن کے ردّ پر ایک بہترین کتاب

مذہب شیعہ

تحریر: حضور شیخ الاسلام حضرت خواجہ
محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

COPY RIGHT © - ISLAMIEDUCATION.COM

مذہب شیعہ

از: حضور شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہٖ سید المرسلین محمد وعلیٰ آلہٖ واصحبہٖ اجمعین، اما بعد!

آج کل خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کے انکار میں جس شور وشر کے مظاہرے کئے جا رہے ہیں۔ اور امت مرحومہ کی آخرت تباہ کرنے اور اس دنیا میں افتراق وانشقاق اور فتنہ وفساد کی آگ مشتعل کرنے میں جو ہنگامے برپا کئے جا رہے ہیں اور اس تمام فتنہ پردازی اور شر انگیزی پر پردہ ڈالنے کے لئے محبت وتولی اہل بیت (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور ائمہ معصومین وصادقین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین) کی اقتداء اور پیروی کا دم بھرا جاتا ہے۔ اگر اہل بصیرت فرقہ اہل تشیع کے نظریات کا بغور مطالعہ کریں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے ارشادات گرامی اور سلف صالحین کے ایمانی جذبات اور ان کی محیر العقول اسلامی خدمات کی انجام دہی اور ان کی عقل وادراک سے بالاتر قربانیاں بھی مطالعہ کریں تو وہ حضرات نہایت آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اہل تشیع کے نظریہ اور شریعت اسلامیہ کے درمیان مکمل مخالفت اور مناقضت کی نسبت ہے اور ان کا دعویٰ محبت اہل بیت کرام سراسر بلا دلیل ہے۔

نادر اساس

مذہب شیعہ کی ابتداء کیسے اور کب ہوئی اس کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں عرض کیا جائے گا۔ سر دست یہ گذارش کرنا ہے کہ اہل تشیع نے اپنے مخصوص مذہب کی بنیاد ایسی روایات پر رکھی ہے، جو انتہائی محدود ہیں کیوں احادیث کے عینی شاہد یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کی تعداد تاریخ کی رو سے ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے اور بجز اہل تشیع کے باقی تمام اقوام عالم، پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ ایمان لانے والوں کی تعداد اس سے کم نہیں بتاتے تو اس قدر تعداد میں سے صرف چار یا پانچ آدمیوں کی روایات قابل تسلیم اور باقی تمام کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روایات ناقابل تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرا جن اصحاب اور اماموں سے روایتیں لینا جائز بتاتے ہیں۔ ان کے متعلق اس ضروری عقیدہ کا دعویٰ کرتے ہیں کہ تقیہ اور کذب بیانی ان کا دین اور ایمان تھا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

ایمان کی بنیاد ، تقیہ

اہل تشیع کی انتہائی معتبر کتاب کافی، مصنفہ (اہل تشیع کے مجتہد اعظم) ابوجعفر یعقوب کلینی، میں مستقل باب تقیہ کے لئے مخصوص ہے اور اس کو اصول دین میں شمار کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ایک دو روایتیں جو امام ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہیں پیش کرتا ہوں۔

عن ابن ابی عمیر الاعجمی قال قال لی ابو عبداللہ علیہ السلام یا ابا عمیران تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لاتقیۃ لہٗ۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شیعہ ابن ابی عمیر الاعجمی سے فرمایا کہ۔۔۔ دین میں نوے فیصد تقیہ اور جھوٹ بولنا ضروری ہے اور فرمایا کہ جو تقیہ (جھوٹ) نہیں کرتا وہ بے دین ہے (باقی دس کی کسر بھی نہ رہی)۔

اصول کافی ص ۴۸۲ اور ص ۴۸۳ پر بھی کثرت کے ساتھ روایات ہیں جن میں سے دو تین نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

عن ابی بصیر قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام التقیتة من دین اللہ قلت من دین اللہ؟ قال ای و اللہ من دین اللہ۔

یعنی ابو بصیر جو امام عالی مقام امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وزیر و مشیر تھا اور روایت میں اہل تشیع کا مرکز ہے کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ کرنا اللہ کا دین ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کا دین ہے؟ تو امام صاحب نے فرمایا۔ اللہ کی قسم ہاں تقیہ (جھوٹ) اللہ کا دین ہے۔

عن عبداللہ ابن ابی یعفور عن عبداللہ علیہ السلام قال اتقوا علی دینکم واحجبوہ بالتقیة فانهٗ لا ایمان لمن لا تقیة لهٗ۔

یعنی ابن ابی یعفور جو امام عالی مقام صادق علیہ السلام کا ہر وقت حاضر باش خادم تھا۔ وہ کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے مذہب پر خوف رکھو اور اس کو ہمیشہ جھوٹ اور تقیہ کے ساتھ چھپائے رکھو۔ کیونکہ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں۔

اور صفحہ ۴۸۴ کی روایات میں سے بھی ایک دو روایتیں پیش کرتا ہوں۔

عن معمر ابن خلاد قال سالت ابا الحسن علیہ السلام عن القیام للولاۃ فقال قال ابو جعفر علیہ السلام التقیتة من دینی و دین آبائی ولا ایمان لمن لا تقیتة لهٗ۔

یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم کا خاص شیعہ معمر بن خلاد کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ان امیروں اور حاکموں کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ تقیہ کرنا میرا مذہب ہے اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔

اسی طرح اسی صفحہ پر محمد بن مروان اور ابن شہاب زہری کی روایتیں بھی قابل دید ہیں۔ علی ہذا القیاس صفحہ ۴۸۵، ۴۸۶ اور ۴۸۷ تمام کے تمام یہ صفحات تقیہ، مکروفریب اور کذب بیانی پر مشتمل روایات سے بھرے ہوئے ہیں۔

صفحہ ۴۸۶ پر معلی بن الخنیس کی ایک روایت بھی یاد رکھیں۔ کہتے ہیں

عن معلی بن خنیس قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام یا معلی اکتم امرنا ولا تذعهٗ فانهٗ من کتم امرنا ولم یذعهٗ اعزهٗ اللہ بہٖ فی الدنیا وجعلهٗ نورا بین عینیه فی الاخرۃ تقودهٗ الی الجنة یا معلی ومن اذاع امرنا ولم یکتمهٗ اذلهٗ اللہ بہٖ فی الدنیا ونزع نورا من بین عینیه فی الاخرۃ وجعلهٗ

ظلمة تقودهٗ الی النار یا معلی ان التقیة من دینی و دین آبائی۔ ولا دین لمن لاتقیة لہٗ۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا خاص شیعہ اور امام صاحب موصوف سے کثرت سے روایت کرنے والا معلّٰی بن خنیس کہتا ہے کہ امام صاحب نے مجھے فرمایا کہ ہماری باتوں کو چھپاؤ ان کو ظاہر مت کرو کیونکہ جو شخص ہمارے دین کو چھپاتا ہے اور اس کو ظاہر نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ چھپانے کے سبب سے اس کو دنیا میں عزت دے گا اور قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور پیدا کرے گا۔ جو سیدھا جنت کی طرف اس کو لے جائے گا۔ اے معلّٰی! جو شخص بھی ہماری باتوں کو ظاہر کرے گا اور ان کو نہ چھپائے گا تو دنیا میں اللہ تعالیٰ اس سبب سے اس کو ذلیل کرے گا اور آخرت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں سے نور سلب کرلے گا اور اس کی بجائے ظلمت اور اندھیرا بھر دے گا جو اس کو جہنم کی طرف لے جائے گا۔ اے معلّٰی تقیہ کرنا میرا دین ہے اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔

غرضیکہ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر روایتیں ہیں۔ کس کس کو لکھیں۔ اہل تشیع کی تو جس کتاب کو بھی دیکھیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ صادقین معصومین کی طرف حق کو چھپانے اور تقیہ اور کذب بیانی پر مشتمل روایات منسوب کرنے کی غرض سے یہ کتاب تصنیف فرمائی گئی ہے۔ چونکہ کتاب ''کافی کلینی'' اہل تشیع کی تمام کتابوں کا منبع اور ماخذ ہے اور تمام کتابوں کی نسبت ان کے نزدیک زیادہ معتبر ہے۔ حتیٰ کہ اس کتاب کے شروع میں اس کی وجہ تسمیہ میں جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہے ''قال امام العصر وحجة اللہ المنتظر علیہ سلام اللہ الملك الاکبر فی حقہ هذا کاف لشیعتنا'' یعنی اس کتاب کے متعلق امام حجۃ اللہ المنتظر مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیعوں کے لئے یہی کتاب کافی ہے۔

تو اسی لئے اس ضروری مسئلہ تقیہ و کتمان حق کے ثبوت میں اسی کافی کی روایات کو کافی سمجھتا ہوں۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ ہر ایک کتاب سے بطور نمونہ ایک ایک روایت پیش کرتا مگر طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

عمدہ استدلال

میں یہ کہہ رہا تھا کہ جن اصحاب سے یہ روایتیں کرنا اہل تشیع جائز سمجھتے ہیں یا بتاتے ہیں۔ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ تقیہ اور کتمانِ حق ان کا عقیدہ تھا۔ اب اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ایک انتہا درجہ محب اور علمبردار تشیع جو نہی ان حضرات سے کوئی حدیث سنے گا اور کسی امر کا اظہار معلوم کرے گا تو اس کے لئے یہ یقین کرنا ضروری ہے کہ صحیح اور حق بات تو قطعاً انہوں نے فرمائی ہی نہیں۔ جو بھی ان سے روایت کی گئی ہے سراسر بے حقیقت اور واقعات کے خلاف ہے اور نفس الامر کے عکس ہے وہ بھلا اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین کیسے چھوڑ سکتے ہیں یا ان کے وہ حاضر باش اور رات دن ان کے خدمت گزار جنت کو چھوڑ کر جہنم کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں تو لہٰذا جو روایات بھی اہل تشیع کی کتابوں میں لکھی گئی ہیں اور جلسوں اور محفلوں میں بلکہ آج کل تو لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ بلند آہنگی کے ساتھ بیان کی جاتی ہے سراسر کذب اور واقعات کے خلاف ہیں کون محبّ اہل بیت اور کون شیعہ ائمہ طاہرین کے صریح اور واضح وغیرہ مبہم تاکیدی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بے دین تاکید حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بے دین و ایمان و جہنمی اور ذلیل ہونا پسند کرے

گا۔اس مقدمہ کو اہل فکر کے غوروخوض کے سپرد کرتا ہوں اور گذارش یہ کرتا ہوں کہ بانیان مذہب تشیع نے اصل اور حقیقت پرمبنی دین اسلام کوختم کردینے اورشریعت مقدسہ کوکلیۃً فنا کردینے کے لئے یہ سیاسی چال چلی۔کون شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ حضوراقدس ﷺ ہی اللہ تعالیٰ اوراس کی مخلوق کے مابین جس طرح واسطہ ہیں اسی طرح رسول ﷺ اور حضور ﷺ کی قیامت تک آنے والی ساری امت کے درمیان حضور ﷺ کے صحابہ کرام اور رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی واسطہ ہیں۔انہی مقدس لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کلام کی تفسیر اللہ کے رسول ﷺ سے پڑھی اور ان ہی مقدس لوگوں نے صاحب اسوۂ حسنہ ﷺ کے ارشاداتِ گرامیہ اوراعمال عالیہ اورسیرت مقدسہ کی دولت کو براہ راست حضور کی ذات سے حاصل کیا۔جس کوان کے شاگردوں یعنی تابعین نے ان سے حاصل کیا علیٰ ہذاالقیاس وہ مقدس شریعت ہم تک پہنچی۔ اب جبکہ ابتدائی واسطہ یعنی صحابہ کرام ہی کی ذات قدسی صفات کوقابل اعتماد تسلیم نہ کیا جائے یعنی تین چار کے بغیر باقی ظاہری مخالفت کی بناء پر قابل اعتبار نہ رہیں اور یہ تین چار باوجود انتہائی دعویٰ محبت وتولی کے سخت ناقابل اعتماد ثابت کیے جائیں۔کہ جوبھی ان کی روایات ہوں گی یقیناً غلط اور خلاف واقعہ امر کی طرف راہنمائی کریں گی۔یاتو خودان ہستیوں نے ہی تقیۃً **وکتماناً للحق** غلط اور خلافِ واقعہ فرمایا اور یا ان کے محبان خدمت گاران شیعوں نے بہ تعمیل ائمہ کذب،جھوٹ اور خلاف واقعہ روایت فرمائی۔بہرصورت ان روایات کوصحیح کہنا اپنی بے دینی اور بے ایمانی پر واضح دلیل پیش کرنا ہے۔

قرآن کے متعلق عقیدہ

اب رہا قرآن کریم تواس کے متعلق بانیان مذہب تشیع وراز داران فرقہ مذکورہ اس قرآن کریم کاصراحتاً انکار کرتے نظر آتے ہیں۔نمونہ کے طور پراسی اصول کافی صفحہ ۶۷۱ پر یہ روایت دیکھیں کہ امام جعفرصادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کریم کوجمع کرنے اوراس کی کتابت سے فارغ ہوئے تولوگوں سے کہا کہ اللہ عزوجل کی کتاب یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (ﷺ) پراس کونازل فرمایا ہے اورمیں نے ہی اس کواکٹھا کیا ہے۔جس پرلوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس قرآن شریف موجود ہے ہمیں کسی نئے قرآن کی کیا ضرورت ہے۔اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آج دن کے بعد تم اس قرآن کوکبھی نہ دیکھوگے۔ اسی صفحہ پرامام جعفرصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ایک روایت اوربھی ملاحظہ فرمالیں کہ جوقرآن حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل علیہ السلام لائے تھےاس کی سترہ ہزار (17000) آیتیں تھیں اورغریب اہل السنت والجماعت کے پاس توصرف چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) آیات والاقرآن کریم ہے۔اسی اصول کافی کے صفحہ ۶۷۰ پربھی نظر ڈالتے جایئے اوراگراس قرآن کریم سے صراحتاً انکار کی شان کسی حدتک تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہیں تواصول کافی صفحہ ۲۶۱ تا ۲۶۸،۶۷۱ اور ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۴۹۳ و ۴۹۴ اور تفسیر صافی جلد اول ص ۱۴ مطالعہ فرمائیں اور بانیان مذہب تشیع کی سیاست کی داددیں کہ کس طرح صراحت اور وضاحت کے ساتھ اسی فرقہ نے سرے سے قرآن شریف ہی کاانکار کیا ہے۔

شاید کہ اتر جائے۔۔۔۔

اے میرے محترم بھائیو! حدیث کا اس طریقے سے انکار اور قرآن کا اس طرح انکار ہو تو کوئی بتائے کہ مذہب اسلام اور شریعت مقدسہ کسی طرح بھی ممکن الوجود ہو سکتی ہے؟ ممکن ہے میری اس تحریر کا جواب یا جو آگے عرض کرنے والا ہوں اس کا رد اہل تشیع حضرات لکھنے کی زحمت کریں تو میں سفارش کرتا ہوں کہ اپنے اس رسالہ میں جتنے حوالے میں نے پیش کئے ہیں ان کا مطالعہ فرما لینے کے بعد یہ تکلیف کریں تاکہ اہل علم حضرات بھی صحیح اور غلط کا اندازہ لگا سکیں اور حق و باطل میں تمیز کر سکیں اور اہل تشیع کے ذاکرین صاحبان کی زحمت بھی اکارت نہ جائے جس صاحب کو کتاب کے حوالہ دیکھنے کی ضرورت محسوس ہو تو سیال شریف آ کر کتابیں دیکھ کر اپنی تسلی کر سکتا ہے۔

اہل تشیع حضرات کی مذہبی روایات اگرچہ پیش کرنا عقل اور انصاف کے لحاظ سے بالکل بے فائدہ ہے۔ کیونکہ ان کی کسی روایت کا صحیح اور مطابق واقعہ ہونا ممکن نہیں کیونکہ میں یہ نہیں مان سکتا کہ اہل تشیع نے ائمہ کرام کی اصل اور صحیح روایت بیان کی ہو اور اپنے لئے بے ایمانی اور بے دینی منتخب کی ہو اور جہنمی ہونا اختیار کیا ہو۔ بلکہ خود ائمہ کرام نے بھی حسب تصریح اصول کافی وغیرہ کوئی سچی بات ظاہر نہیں فرمائی اور اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو نہیں چھوڑا تو پھر ایسی روایات لکھنے لکھانے کا کیا فائدہ؟ اور اہل تشیع کے خلاف ایسی روایات ان کے تیار کردہ مذہب کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہیں یا ہمیں کیا فائدہ بخش سکتی ہیں مگر میں جو اہل تشیع کی کتابوں سے روایتیں پیش کر رہا ہوں تو میرا مقصد فقط یہ ہے کہ وہ سادہ لوح مسلمان جوان کی ہنگامہ آرائی اور مجالس میں شرکت کرتے ہیں یا اہل تشیع کے مذہب کو بھی کسی طرح صحیح تصور کرتے ہیں۔ ان کو سوچنے اور غور کرنے کا موقع مل سکے تاکہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں اور چلنے سے پہلے منزل مقصود کا نقشہ ملاحظہ کر لیں۔ اسی غرض کے تحت یہ رسالہ لکھ رہا ہوں اور شروع سے آخر تک تمام کی تمام روایات صرف اہل تشیع کی معتبر ترین و مسلم ترین کتابوں سے لکھ رہا ہوں اور حوالہ دکھانے کا ذمہ دار ہوں۔

مذہب شیعہ کی اساس

خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت کا انکار اور ان مقدس ہستیوں کی شان میں گستاخی اس تبرائی گروہ کا مابہ الامتیاز (امتیازی شان) ہے۔ اور صراحتاً خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور باقی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں سب وشتم اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کی تمام اولاد طاہرین ائمہ معصومین کی شان میں ارشاۃً وکنایۃً سب وشتم اور کذب بیانی ومکروفریب اور کتمان حق کی نسبت کرنا اس فرقے کا خاصا لازمہ ہے جو کسی بھی عقل مند انسان سے پوشیدہ نہیں، اس مذہب کا دارومدار جن مسائل پر ہے ان میں سب سے بڑا مسئلہ خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کا انکار ہے۔ ان کا مذہب ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین خلفاء برحق نہیں تھے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت غصب کر لی تھی اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ڈرا دھمکا کر اپنی بیعت کرنے پر مجبور کر لیا تھا اور تمام عمر اسی خوف کی وجہ سے حضرت علی شیر خدا نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ ان کی مجلس شوریٰ کے ممبر بنے رہے اور مال غنیمت منظور کرتے رہے وغیرہ وغیرہ۔ قبل اس کے کہ اہل تشیع کی معتبر ترین کتابوں سے یہ ثابت کروں کہ اہل تشیع کے تمام دعوے جھوٹے اور خلاف واقعہ ہیں یہ عرض کرتا ہوں کہ خلافت راشدہ کا زمانہ اقدس آج سے

تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال پہلے گزر چکا ہے۔اس وقت ان کی خلافت پر اعتراض یا اس کی ناپسندیدگی کا شوروغوغا اور بے فائدہ مظاہرے بجز اس کے کہ فتنہ وشرارت پیدا کرسکیں اور ملک کے امن وامان کو متزلزل کریں اور کیا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے؟ ہے کوئی بڑی سے بڑی حکومت یا کوئی بڑی سے بڑی عدالت جوان کے غیر مستحق خلافت ہونے کی صورت میں کوئی تدارک کر سکے اور مستحق کو اس کا حق واپس دلا سکے۔اگر وہ مقدس ہستیاں مستحق خلافت تھیں یا بقول اہل تشیع مستحق نہیں تھیں۔بہرصورت وہ خلیفے بنے اور امور خلافت باحسن وجوہ سرانجام دیئے۔اب ان کی شان اقدس میں سب وشتم گالی گلوچ کیا معنی رکھتا ہے اگر ان تمام لوگوں کو جو خلفائے راشدین کو برحق اور مستحق خلافت یقین کرتے ہیں یک قلم تختہ دار پر کھینچ دیا جائے یا قتل کردیا جائے یا خلفائے راشدین کے ساتھ بغض وعداوت غل وغش، کینہ رکھنے والے اپنے سینے کو پیٹ پیٹ کراڑادیں تو بھی ان سماء رفعت کے چمکتے ہوئے تاروں کو اور ان کی خلافت راشدہ کو پرکاہ کے برابر بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا تو پھر یہ منافرت ومخاصمت اور یہ سب وشتم، یہ فتنہ پردازی اور فساد انگیزی سے کیا حاصل؟ بہتر صورت یہی تھی کہ جب ایک ہی ملک میں بسیرا کرنے کا موقع ملا تھا تو باہمی منافرت ومناقشت کو کنارے رکھ کر گزارہ کرتے اور کسی قسم کا مذہبی تخالف تھا بھی تو فریضہ تقیہ کی ادائیگی کے ساتھ ملکی امن وامان کا بھی لحاظ رہتا آخرائمہ کرام کی تقلید بھی ضروری امر تھا جو کس طرح تصریح فرماتے ہیں کہ "التقیة من دینی و دین آبائی" یعنی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب روایت کی تقیہ کرنا میرا اور میرے آباؤاجداد کا مذہب ہے"۔اور "لا دین لمن لا تقیة لہٗ ولا ایمان لم لا تقیة لہٗ" یعنی جو تقیہ نہیں کرتا نہ اس کا دین ہے نہ اس کا ایمان ہے۔ایسی صورت میں تقیہ سے کام لینا ایک تو اہل تشیع کو بے ایمانی وبے دینی سے بچاتا دوسرا بلاوجہ وبلا فائدہ شرارت وفتنہ پردازی سے دور رکھتا اور باقی مسلمان غریب بھی سکھ وآرام کا منہ دیکھتے مگر وائے برحال پاکستان کہ آئے دن نئے نئے اڈے اکابرامت کی شان اقدس میں بکواس وسب وشتم بکنے کے لئے مقرر کئے جارہے ہیں اور ملکی تعمیری اسباب ان کو یقین کیا جا رہا ہے۔اب فقیر چاہتا ہے کہ اہل تشیع کی خدمت میں ان مقدس ہستیوں کی تصریحات پیش کرے جو اہل تشیع کے دعوٰی کے مطابق بھی پیشوا اور امام ہیں جن تصریحات کے ملاحظہ کرنے کے بعد اہل فکروہوش حضرات خود ہی فیصلہ فرماسکیں کہ ائمہ اور پیشوایان امت کے بالمقابل موجودہ ذاکروں ماکروں کی کچھ وقعت نہیں۔اور ائمہ کرام کی تصریحات کے مقابلہ میں ان ذاکروں کے تخمینے اور ٹوٹل سخت خوار بیہودہ ہیں۔

نکتہ

یہ بات بھی قابل گزارش ہے کہ جن مقدس ہستیوں نے اللہ اور اس کے سچے رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی اور رضا کیلئے اپنا تن، من، دھن قربان کیا اور ایسے میں محبوب کبریا ﷺ کے ساتھ ایمان لائے کہ جب حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لانا اور کائنات عالم کی دشمنی مول لینا ایک معنی رکھتا تھا اور ایسے وقت میں حضور کا ساتھ دیا جس وقت حضور کا ساتھ دینے میں مستقبل کی تمام دینوی منزلوں میں غربت اور مصائب وآلام وتکالیف کے سوا عالم اسباب میں اور کچھ نظر نہ آتا تھا تو ایسے حالات میں ان مقدس ہستیوں نے تمام دینوی تکالیف کو بطیب خاطر برداشت کیا اور اللہ کے سچے رسول ﷺ کے نام پر گھربار، مال وعیال عزت وناموس قربان کئے اور حضور ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا تو ایسی مقدس ہستیوں کے

خلوص، ان کے صدق وصفا ان کے ایمان وتصدیق کے متعلق کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ ایسے حالات میں دوسرا کون سا داعیہ ہو سکتا تھا جس کے زیر نظر ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اس قدر دکھ برداشت کئے؟ پھر ایسے جان نثاروں اور وفاداروں کی جان نثاری اور قربانی کا بدلہ جو اللہ ارحم الرحمین کی جناب سے ضروری اور لازمی ہے اس کی کیفیت اور کمیت کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ قرآن کریم کی بیسیوں آیات اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کرنے والوں اور انصار ومہاجرین کے حق میں نازل ہوئی ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ان کے لئے جنت کے اعلیٰ وارفع مراتب اور نعمتیں مہیا ہیں۔ ان کو بھی سامنے رکھنا چاہئے اور اس بات کو بھی پورے نظر و فکر کے ساتھ دیکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو فرماتا ہے۔ ”یآیھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم “یعنی اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی آپ کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد فرماؤ اور ان پر سختی کرو۔ اس حکم کے بعد جن مقدس ہستیوں کو اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے اپنا ہمراز و دمساز قرار دیا سفر وحضر، ہجرت و جہاد، ہر معاملہ میں اور ہر حالت میں اپنا وزیر ومشیر مقرر فرمایا اور اپنا ساتھی ورفیق قرار دیا۔ ان ہستیوں کی شان میں گستاخی کرنا (معاذ اللہ) اور ان ہستیوں کی طرف کفر ونفاق کی نسبت کرنا کون سی دیانت ہے اور کون سا ایمان ہے۔ ذرا سوچو تو ان مقدس ہستیوں کے صدق وصفا کا انکار براہ راست مہبط وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں گستاخی کو مستلزم نہیں؟ یقیناً ہے۔ محبوب رب العالمین علیہ وآلہ واصحبہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل ومناقب میں آیات کلام اللہ اور احادیث صحیحہ اس کثرت کے ساتھ وارد ہیں کہ جنہیں لکھا جائے تو ایک بہت بڑی مستقل کتاب بن جائے گی۔

شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ممدوح

اہل تشیع حضرات کی معتبر ترین تصانیف بھی اگر غور سے مطالعہ کی جائیں تو جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ بطور نمونہ چند روایات اہل بصیرت کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور بغور مطالعہ کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔

(۱) حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں خطبہ میں فرماتے ہیں۔

لقد رایت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فما ارٰی احدا منکم یشبھھم لقد کانوا یصبحون شعثا غبرا قد باتوا سجدا وقیاما یراد حون بین جباھھم وخدودھم ویقفون علیٰ مثل الجمر من ذکر معادھم کان بین اعینھم رکب المعز من طول سجودھم اذا ذکر اللہ ھملت اعینھم حتیٰ تبل جیوبھم ومادوا کما یمید الشجر یوم الریح العاصف خوفا من العقاب ورجاء للثواب ○

”حضور اقدس ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو میں نے دیکھا ہے میں تم میں سے کسی کو بھی ان کے مشابہ نہیں دیکھتا۔ وہ تمام رات سجدوں اور نماز میں گذارتے صبح کو اس حالت میں ہوتے کہ ان کے بال پریشان اور غبار آلودہ ہوتے تھے، (شب کو) ان کا آرام جبینوں اور رخساروں میں (طویل سجدوں کی وجہ سے) ہوتا تھا۔ اپنی عاقبت کی یاد سے دہکتے ہوئے کوئلے کی طرح (بھڑک) اٹھتے تھے

زیادہ اور لمبے لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کے ماتھے دنبوں کے گھٹنوں کی طرح ہو گئے تھے۔ اللہ کا نام جب (ان کے سامنے) لیا جاتا تو ان کی آنکھیں بہہ پڑتیں یہاں تک کہ ان کے گریبان بھیگ جاتے اور اللہ کے عذاب کے خوف اور ثواب کی امید میں اس طرح کانپتے جیسے آندھی میں درخت کانپتا ہے۔" (نہج البلاغۃ خطبہ ۹۶ مطبوعہ ایران، تہران)

(۲) حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اپنے زمانہ خلافت میں فرماتے ہیں۔

واعلموا عباد الله ان المتقين ذهبوا بعاجل الدنيا وآجل الآخرة فشاركوا اهل الدنيا في دنياهم ولم يشاركهم اهل الدنيا في اخرتهم سكنوا الدنيا بافضل ماسكنت واكلوها بافضل ما اكلت فحظوا من الدنيا بما حظى به المترفون واخذوا منها ما اخذهٗ الجبابرة المتكبرون ثم انقلبوا عنها بالزاد المبلغ والمتجر الرائح اصابوا لذة زهد الدنيا في دنياهم وتيقنوا انهم جيران الله غدا في أخرتهم لا تردلهم دعوة ولا ينقص لهم نصيب من لذة ١٢

"اللہ کے بندو! جان لو کہ متقی پرہیز گار لوگ (وہی تھے جو) دنیا و آخرت کی نعمتیں حاصل کر کے گزر چکے ہیں، وہ ہستیاں اہل دنیا کے ساتھ ان کی دنیا میں شریک ہوئیں لیکن اہل دنیا ان کی آخرت میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوسکے وہ مقدس ہستیاں دنیا میں سکونت پذیر اس طرح ہوئیں جیسا کہ سکونت اختیار کرنے کا حق تھا اور دنیا کی نعمتوں سے کھایا جیسا کہ حق تھا اور دنیا کی ہر اس نعمت سے ان ہستیوں نے حصہ پایا جس سے بڑے بڑے متکبرین اہل دنیا نے حصہ پایا۔ اور دنیوی مال و دولت جاہ و حشمت جس قدر بھی بڑے بڑے جابرین متکبرین نے حاصل کی ہے اتنی ہی انہوں نے حاصل کی، پھر یہ ہستیاں صرف زاد آخرت لے کر اور آخرت میں نفع دینے والی تجارت کو ساتھ رکھ کر دنیا سے بے رغبت ہوئے۔ یہ لوگ دنیا کی بے رغبتی کی لذت کو اپنی دنیا میں حاصل کر چکے اور یقین کر چکے تھے کہ کل اللہ سے ملنے والے ہیں۔ اپنی آخرت میں یہ وہ لوگ تھے جن کی کوئی دعا نا منظور نہیں ہوتی تھی۔ اور ان کی آخرت کا حصہ دنیاوی لذات کی وجہ سے کم نہیں ہوگا۔ (نہج البلاغۃ خطبہ ۲۷)

(۳) حضرت سیدنا و مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اپنے زمانہ خلافت میں فرماتے ہیں۔

فان اهل السبق بسبقهم و ذهب المهاجرون الاولون بفضلهم٥

(اسلام اور اعمال صالحہ کے ساتھ) سبقت لینے والے اپنی سبقت کے ساتھ فائز المرام ہو چکے اور مہاجرین اولین گذر چکے۔ (نہج البلاغۃ خطبہ ۱۷)

صدق الله مولانا العظيم والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعو هم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنهٗ ذلك الفوز العظيم٥

اگر چہ اجماعی طور پر مہاجرین اولین اور انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدح و ثنا اور منقبت کے بارے میں اہل

تشیع کی تقریباً ہر کتاب میں ائمہ معصومین طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خطبات اور ملفوظات موجود ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مناقب اور رفعت شان کے متعلق اہل تشیع کی مسلم اور معتبر کتابوں کی عبارات بھی بطور نمونہ ملاحظہ فرماویں۔

کشف الغمہ کا تعارف

کتاب کشف الغمہ فی مناقب الائمہ مصنفہ عیسیٰ ابن ابی الفتح الاربلی جو اہل تشیع کی مستند اور معتبر ترین کتاب ہے اور مصنف مذکور غالی شیعہ ہے جس کے غلو فی التشیع کا نمونہ ہدیہ قارئین کرتا ہوں:۔

ومن اغرب الاشباء واعجبها انهم يقولون ان قولهٗ عليه السلام فی مرضه مروا ابابكر يصلی بالناس نص خفی فی تولية الامر وتقليده امر الائمة وهو علٰی تقدير صحة لا يدل علٰی ذٰلك ومتٰی سمعوا حديثا فی امر علی عليه السلام نقلوه عن وجههٖ وصرفوه عن مدلوله واخذوا فی تاويلهٖ با بعد متحملا تهٖ منكبين عن المفهوم من صريحة او طعنوا فی راويه وضعفوه وان كان من اعيان رجالهم وذوی الامانة فی غير ذٰلك عندهم هذا مع كون معاوية بن ابی سفيان وعمرو بن العاص والمغيرة بن شعبة وعمران بن حطان الخارجی وغيرهم من امثالهم من رجال الحديث عندهم ورواياتهم فی كتب الصحاح عند هم ثابتة عالية يقطع بها ويعمل عليها فی احكام الشرع وقواعد الدين ومتٰی روٰی احد عن زين العابدين علی بن الحسين وعن ابنهٖ الباقر وابنهٖ الصادق وغيرهم من الائمة عليهم السلام نبذوا روايتهٗ واطر حوها واعرضوا عنها فلم يسمعوها وقالوا رافضی لا اعتماد علی مثله وان تلطفوا قالو شيعة ما لنا ولنقلهٖ مكابرة للحق وعدو لا عنهٗ ورغبة فی الباطل وميلا اليه واتبا عا لقول من قال انا وجدنا آبائنا علٰی امة او لعلم راوما جرت الحال عليه اولا من الاستبداد منصب الامامة فقاموا بنصر ذٰلك محامين عنه غير مظهرين لبطلانه ولا معترفين بهٖ استنانا بحمية الجاهلية الخo

"سب سے زیادہ عجیب وغریب یہ بات ہے کہ یہ لوگ (اہل السنۃ والجماعۃ) کہتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی حالت بیماری میں فرمانا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ان کی امر خلافت کیلئے اور حضور ﷺ کی امامت کی امامت وامارات کے لئے نص خفی ہے اس روایت کو اگر سچا بھی مان لیا جائے تو بھی یہ روایت خلافت پر دلالت نہیں کرتی۔ اور یہ لوگ جب علی علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں کوئی حدیث سنتے ہیں تو اس حدیث کو صحیح توجیہ سے ہٹا دیتے ہیں اور اس کے اصل معنے سے اس کو پھیر دیتے ہیں اور اس میں تاویلیں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس کے بعید تر احتمالات کی وجہ سے اس کو صریح مفہوم سے پھیر دیتے ہیں یا اس حدیث کے راویوں پر اعتراض کرتے ہیں اگر چہ وہ راوی ان کے مشہور رواۃ میں سے ہوں اور باقی روایتوں میں ان کے نزدیک ثقہ اور امانت دار ہی کیوں نہ ہوں

باوجود اس کے کہ معاویہ ابن ابی سفیان اور عمرو بن عاص و مغیرہ بن شعبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور عمران بن حطان ان کے نزدیک ایک حدیث کے راوی ہیں اور ان کی روایتیں ان کے نزدیک جو صحیح کتابیں ہیں ان میں درج ہیں۔ جن کے ساتھ استدلال کیا جاتا ہے اور شرعی احکام اور قواعد دین میں ان پر عمل کیا جاتا ہے اور جب کوئی امام زین العابدین علی بن حسین اور ان کے صاحبزادے امام محمد باقر اور ان کے صاحبزادے امام جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کرتا ہے تو اس کو پھینک دیتے ہیں اور اس سے روگردانی کرتے ہیں پس وہ نہیں سنتے اور کہتے ہیں کہ یہ راوی رافضی ہے۔ اس قسم کے راوی پر بھروسہ نہیں اور اگر مہربانی سے کام لیں تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ راوی شیعہ ہے اس کی روایت نقل کرنے سے ہمیں کیا واسطہ۔ یہ جو کرتے ہیں تو حق سے مقابلہ کرنے اور حق سے روگردانی کرنے اور باطل کی طرف میل و رغبت کرنے کی وجہ سے اور ان لوگوں کی اتباع کرتے ہوئے جنہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آبا کو ایک طریقے پر دیکھا ہے اور ہم انہی کی پیروی کریں گے یا شاید ان لوگوں نے منصب امامت کے ساتھ ابتداء ہی میں ظلم شروع ہو جانے کو دیکھا تو اسی ظلم کی امامت کے لئے کھڑے ہو گئے ایسی حالت میں اس سے الگ رہنے والے نہیں تھے اور اس کے بطلان کو ظاہر نہیں کرتے تھے اور نہ اس کو تسلیم کرتے تھے۔ (کشف الغمۃ فی مناقب الائمہ ص ۸۵ مطبوع دار الطباعۃ کولائی محمد حسین تہرانی سنہ ۱۲۹۴ ہجری)۔

کشف الغمہ کی گواہی

اس عبارت کے بعد کتاب کشف الغمہ کے متعلق مزید تحقیق کی ضرورت نہیں رہتی کہ اس کا مصنف سخت غالی شیعہ خلافت راشدہ کا منکر ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ اس کے نزدیک گمراہ ہیں اور اس کا ایک ایک لفظ اہل السنۃ والجماعۃ پر آتشبازی کی مثال ہے اس دعویٰ کی صداقت یا کذب کے متعلق تو اہل فکر و ہوش خود ہی فیصلہ کریں گے۔ اس موقع پر اسی کتاب کے چند حوالے جو حضرت امام عالی مقام زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے صاحبزادے امام عالی مقام سیدنا محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مروی ہیں۔ تو اس توقع کے ساتھ پیش کرتا ہوں کہ مدعیان محبت وولا تو کسی صورت میں بھی ان کی روایات کو رد نہ فرمائیں گے اور نہ پھینکیں گے اور نہ ہی ان سے رو گردانی فرمائیں گے بلکہ سنیں گے اور سن کر ایمان لائیں گے۔ ذرا باادب ہو کر سنئے!!

وقدم علیه نفر من اهل العراق فقالوا فی ابی بکر وعمر و عثمان رضی الله تعالیٰ عنهم فلما فرغوا من کلامهم قال لهم الا تخبرونی انتم المهاجرون الاولون الذین اخرجوا من دیارهم واموالهم یبتغون فضلا من الله ورضوانا وینصرون الله ورسولهٗ اولٰٓئك هم الصادقون قالوا لا قال فانتم الذین تبوؤا الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا ویؤثرون علیٰ انفسهم ولو کان بهم خصاصة قالوا لا قال اما انتم قد تبرا تم ان تکونوا من احد هٰذین الفریقین وانا اشهد انکم لستم من الذین قال الله فیهم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا

بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا اخرجوا عنی فعل اللہ بکم ۱۲

اور امام زین العابدین کی خدمت اقدس میں عراقیوں کا ایک گروہ حاضر ہوا۔ آتے ہی (حضرت) ابوبکر (حضرت) عمر (حضرت) عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی شان میں بکواس بکنا شروع کردیا۔ جب چپ ہوئے تو امام عالی مقام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ تم وہ مہاجرین اولین ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے ایسی حالت میں نکالے گئے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا چاہنے والے تھے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد واعانت کرتے تھے اور وہی سچے تھے تو عراقی کہنے لگا کہ ہم وہ نہیں، امام عالی مقام نے فرمایا کہ پھر تم وہ لوگ ہو گے جنھوں نے اپنے گھر بار اور ایمان ان مہاجروں کے آنے سے پہلے تیار کیا ہوا تھا ایسی حالت میں کہ وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں کو دل سے چاہتے تھے اور جو کچھ مال ومتاع مہاجرین کو دیا گیا تھا اس کے متعلق اپنے دلوں میں کسی قسم کا حسد یا بغض اور کینہ محسوس نہ کرتے تھے اگرچہ وہ خود حاجت مند تھے مگر (پھر بھی) مہاجرین کو اپنے پر ترجیح دیتے تھے؟ تو اہل عراق کہنے لگے کہ ہم وہ بھی نہیں ہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ تم اپنے اقرار سے ان دونوں جماعتوں (مہاجرین وانصار) میں سے ہونے کی براۃ کرچکے ہو اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ تم ان مسلمانوں میں سے بھی نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اور وہ مسلمان لوگ جو مہاجرین وانصار کے بعد آئیں گے وہ یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ سبقت لے چکے ہیں اور ایمان والوں کے متعلق ہمارے دلوں میں کسی قسم کا کھوٹ، بغض اور کینہ حسد یا عداوت نہ ڈال“۔ (یہ فرما کر امام عالی مقام نے فرمایا) میرے یہاں سے نکل جاؤ۔ اللہ تمہیں ہلاک کرے۔ (آمین ثم آمین)۔ (کشف الغمۃ ص ۱۹۹ مطبوعہ ایران)

ایک اور معتبر گواہ

کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲۔ کتاب احوال امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ ۵۹۰ سطر نمبر ۱۳ پر امام الساجدین زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرمالیں اور الولد سر لابیہ (الحدیث) پر حق الیقین کریں۔

طائفه از حد معارف کوفه بازید بیعت کرده بودند درخد متش حضور یافته گفتند رحمك الله درحق ابی بکر (الصدق) وعمر چه گوئی؟ فرموده دربارهٔ ایشان جز بخیر سخن نکنم وزاهل خودنیزدر حق ایشان جز سخن خیر نشنید ه ام واین سخنان منافی آن روایتے است که از عبدالله بن العلا مسطور افتاد بالجمله زید فرمودایشان برکسے ظلم و ستم نراند ندو بکتاب خداوسنت رسول کار کردند۔

”یعنی کوفہ کے مشہور ترین لوگوں کے ایک گروہ نے جس نے حضرت زید ابن زین العابدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بیعت کی ہوئی تھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ آپ پر رحمت کرے۔

ابوبکر صدیق اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں ان کے حق میں سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ کہنے کے لئے تیار نہیں اور اپنے خاندان سے بھی ان کے حق میں سوائے خیر کے میں نے کچھ نہیں سنا۔ (صاحب ناسخ التواریخ کہتے ہیں) عبداللہ بن علا سے جو روایت کی جاتی ہے۔امام کا یہ فرمان اس روایت کے سراسر خلاف ہے حاصل یہ ہے کہ حضرت زید بن علی نے فرمایا کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کسی پر بھی ظلم وستم نہیں کیا اور اللہ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ پر کاربند ہے۔

رافضی کون هیں

کتاب ناسخ التواریخ جلد۲۔احوال زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ۵۹۱ سطر ۱۱ تا ۱۷ کا بھی مطالعہ فرمالیں۔

اور الولد سر لابیہ کی تصدیق فرمادیں۔

بالجملہ چوں مردماں درحق عمر وابوبکر (صدیق) (رضی اللہ عنہما) آں کلمات رااززید بشنید ند گفتند همانا تو صاحب نیستی، امام ازدست برفت و مقصود ایشاں امام محمد باقر علیه السلام بود۔ آنگه از اطرف زید متفرق شد ندزید فرمود "رفضونا اليوم" یعنی ماراامروز گذاشتند و گزشتند و ازاں هنگام ایں جماعت را رافضیه گفتند رفض بتحریك وتسکین ماندن چیزے راوبجبر گذاشتن ستوراست ورفیض و مرفوض بمعنی متروك است۔ روافض گروه هے راگو ئند که رهبر خودراراند ند، وازوے باز گشتند و جماعت ازشیعاں باشند۔ درمجمع البحرین مذکور است که رافضه وروافض که در حدیث وارداست۔ فرقه از شیعه هستند که رفضوایعنی ترکوازید ابن علی ابن الحسین علیهم السلام راهر گا هے که ایشاں راازطعن درحق صحابه منع فرمودوچوں مقاله اور ابدانستند معلوم ساختند که از شیخین تبری نجست او رابگذاشتند وبگذ شتند وازیں پس ایں لفظ درحق کسے استعمال میشود که دریں مذهب غلونمایدوطعن درباره صحابه رانیز جائز بشمارده

(حاصل یہ کہ) جب ان عراقیوں نے حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے حضرت زید کی زبان فیض ترجمان سے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعریف سنی تو کہنے لگے کہ یقیناً آپ ہمارے امام نہیں ہیں اور امام (بھی آج کے دن سے) ہمارے ہاتھ سے گیا ان کا مقصود تھا۔امام محمد باقر علیہ السلام۔ اس وقت زید کی طرف داری سے اور ان کی حاضری سے الگ ہوگئے جس پر حضرت زید نے فرمایا کہ آج سے یہ لوگ رافضی بن گئے ہیں یعنی ہمیں آج کے دن سے ان لوگوں نے چھوڑ دیا اور چلے گئے اس وقت سے اس جماعت کو رافضی کہتے ہیں۔ رَفْض اور رَفَض کا معنی ہے کسی چیز کا رہ جانا اور رِفْض کا معنی ہے سواری کو واگزار کرنا۔اور رفیض اور مرفوض کا معنی ہے متروک ہونا۔روافض اس گروہ کو کہتے ہیں جس نے اپنے امام اور رہبر کو چھوڑ دیا اور اس سے منہ پھیر لیا اور شیعوں کی جماعت سے ہوگیا۔اور مجمع البحرین میں ہے کہ رافضہ اور روافض جو حدیث شریف میں آیا ہے اس سے مراد شیعوں کا فرقہ ہے کیونکہ یہ رافضی بن

گئے اور انہوں نے امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید کا انکار کر دیا اور ان کو چھوڑ دیا کیونکہ آپ نے ان کو صحابہ کرام کی شان میں طعن کرنے سے منع فرمایا تھا۔ جب ان لوگوں نے اپنے امام کا ارشاد سمجھ لیا اور معلوم کر لیا کہ وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے بارے میں تبرا برداشت نہیں کرتے تو ان لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا اور نکل گئے اس کے بعد لفظ رافضی اس شخص کے حق میں استعمال ہونے لگا کہ جو اس مذہب میں غلو کرتا ہے اور صحابہ کرام کے حق میں طعن کرنا جائز سمجھتا ہے۔

بھائیو! جب حضرت امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کے حق میں طعن کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نکال دیا اور دفعہ کیا اور فرمایا کہ نکل جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے تو ان کے صاحبزادے اپنے والد ماجد کی سنت کو کیوں نہ اپناتے اور کیوں نہ سختی کے ساتھ اس پر عمل فرماتے الولد سر لابیہ کا یہی معنی ہے۔ یوں رفض اور تشیع کا ہم معنی ہونا، مصداقاً متحد ہونا تو اہل تشیع کی اس معتبر ترین کتاب نے پوری اور مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جو کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔

رہا یہ امر کہ جس حدیث کی طرف اہل تشیع کی معتبر کتاب مجمع البحرین نے اشارہ کیا اور صاحب ناسخ التوریخ نے اس کا ذکر کیا وہ کون سی حدیث ہے تو یہ وہی حدیث ہے جس حدیث کے متعلق کافی (کتاب الروضہ) ص ۱۶ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ان لوگوں نے تو تمہارا نام رافضی نہیں رکھا بلکہ تمہارا نام اللہ تعالیٰ نے رافضی رکھا ہے۔ کافی کی بعینہٖ عبارت پیش کرتا ہوں۔ (کافی شیعہ کی معتبر ترین کتاب ہے جس کے متعلق کئی دفعہ حوالے گزر چکے ہیں)

قال قلت جعلت فداك فانا قد نبذنا نبزا انكسرت لهٗ ظهورنا وماتته افئدتنا واستحلت له الولاة دماء نا فى حديث رواه لهم فقهاء هم قال فقال ابو عبدالله عليه السلام الرافضة؟ قال قلت نعم قال لا والله ما هم سما كم بل الله سما كم ؕ

یعنی ابوبصیر نے (جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص الخاص شیعہ ہے) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں ہمیں ایک ایسا لقب دیا گیا ہے جس لقب کی وجہ سے ہماری ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے اور جس لقب کی وجہ سے ہمارے دل مردہ ہو چکے ہیں اور اس کی وجہ سے حاکموں نے ہمیں قتل کرنا مباح اور جائز قرار دیا ہے وہ لقب ایک حدیث میں ہے جس حدیث کو ان کے فقہاء نے روایت کیا ہے ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رافضہ کے متعلق حدیث؟ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ خدا کی قسم ان لوگوں نے تمہارا نام رافضی نہیں رکھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے۔

رافضیوں کو قتل کر دو

یہی رافضیوں والی حدیث احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران میں بھی موجود ہے۔ اگرچہ اہل تشیع کی کتاب کافی کی روایت کے بعد اہل تشیع کی خدمت میں اس حدیث کی توثیق کے متعلق مزید شہادت کی ضرورت نہیں علی الخصوص ایسی

حالت میں کہ جب امام صاحب اس حدیث کی تفسیر میں اور اس کی توثیق میں یہ فرمادیں کہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ مومنین کو خوش کرنے کے لئے بطور استشہاد ایک حدیث پیش کر ہی دیں:۔

عن علی قال یخرج فی آخر الزمان قوم لھم نبز یقال لھم الرفضۃ یعرفون بہٖ ینتحلون شیعتنا ولیسوا من شیعتنا و آیۃ ذٰلک انھم یشتمون ابابکر وعمر اینما ادرکتمو ھم فاقتلو ھم فانھم مشرکون ؎

”حضرت سیدنا علی المرتضٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ آخری زمانہ میں ایک فرقہ نکلے گا جس کا خاص لقب ہوگا جس کو لوگ رافضی کہیں گے۔ اسی لقب کے ساتھ ان کی پہچان ہوگی۔ وہ لوگ ہمارے شیعہ ہونے کا دعویٰ کریں گے درحقیقت وہ ہماری جماعت سے نہیں ہوں گے اور ہماری جماعت سے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ ابوبکر (صدیق) اور عمر (فاروق اعظم) (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے حق میں سب بکیں گے تو ان کو قتل کر دینا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

اس حدیث کی صحت کے متعلق صرف اس قدر گزارش کافی ہے کہ بعینہٖ وہی الفاظ اور وہی مضمون جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا اور جس کی تصدیق حضرت امام جعفر صادق نے فرمادی۔ اس حدیث میں موجود ہے۔ اس لئے اگرچہ یہ حدیث ہم کتاب کنز العمال سے پیش کر رہے ہیں اور یہ کتاب اہل تشیع کے نزدیک معتبر نہیں مگر اس حدیث کا ان کے نزدیک بھی صحیح ہونا کسی مزید دلیل کی طرف محتاج نہیں۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں۔ کنز العمال میں یہ حدیث اور اس کے ہم معنی باقی احادیث ملاحظہ فرمانا ہو تو جلد ۶ صفحہ ۸۱ پر دیکھیں۔

اب مسلمانوں کے کسی گروہ سے بھی امام صاحب نے جن کو شمار نہیں کیا وہ کون ہیں؟ جن کو امام عالی مقام نے اپنی مجلس سے دفع فرمایا اور ان کے ساتھ وہی سلوک فرمایا جو کفار کے ساتھ کرنا واجب ہے (واغلظ علیھم) ان کا عقیدہ اور مذہب کیا تھا؟ ان کے حق میں یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے کس نظریہ کے تحت ہے؟ مدعیان محبت وتولی تو امام عالی مقام سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ جھٹلائیں کے صاحبزادے امام عالی مقام سیدنا محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن امام زین العابدین کا ارشاد اقدس بھی مشعل راہ بنائیں گے۔

ہاں! وہ صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب اقدس اور آپ کا نظریہ بھی اسی کتاب (کشف الغمہ) کے صفحہ ۲۲۰ میں ملاحظہ فرمادیں:۔

وعن عروۃ عن عبداللہ قال سالت ابا جعفر محمد بن علی علیھما السلام عن حلیۃ السیوف فقال لا باس بہٖ قد حلی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سیفہٗ قلت فتقول الصدیق؟ قال فوثب وثبۃ واستقبل القبلۃ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہٗ الصدیق فلا صدق اللہ لہٗ قولا فی الدنیا ولا فی الاخرۃ۔ ۱۲

”امام عالی مقام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شیعہ صاحب نے مسئلہ دریافت کیا کہ یا حضرت

تلواروں کو زیور لگانا جائز ہے یا نہیں؟ امام صاحب نے فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے اپنی تلوار کو زیور لگایا ہوا تھا۔ شیعہ صاحب نے عرض کیا کہ آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں۔ اس پر امام عالی اچھل پڑے اور قبلہ شریف کی طرف رخ انور کر کے فرمایا کہ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں جو ان کو صدیق نہیں کہتا اللہ اس کے کسی قول کو نہ دنیا میں سچا کرے نہ آخرت میں۔۱۲ (کشف الغمہ ص ۲۲۰)

ہے کوئی ذی شعور؟

اب ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ امام عالی مقام کے ارشاد گرامی پر کس کا ایمان ہے اور کون ان کے ارشاد کو نہیں مانتا؟ اہل السنۃ والجماعت غریب تو امام عالی مقام کے ایک دفعہ فرمانے پر آمنا و صدقنا کا نعرہ لگاتے ہیں۔ مدعیان محبت وتولی کے انتظار میں ہیں کہ پانچ دفعہ فرمانے کے باوجود بھی ایمان لاتے ہیں یا نہیں؟

کیوں جناب امام عالی مقام کا نظریہ کیا تھا؟ اور ان کے سچے غلام اور سچے حلقہ بگوش کون ہیں؟ اب رہا یہ امر کہ جو شخص صدیق اکبر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق نہیں کہتا اس کے متعلق امام عالی مقام کی یہ بددعا کہ ''اللہ تعالیٰ اس کے کسی قول کو دنیا وآخرت میں سچا نہ کرے''۔ خطا تو جا نہیں سکتی۔ غالباً بلکہ یقیناً یہی تقیہ کی لعنت ہی ہو سکتی ہے۔ جس سے کوئی شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق نہ کہنے والا خالی نہیں۔ غرضیکہ تمام ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک ابوبکر صدیق ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ مدعیان محبت اہل بیت اپنے عقیدے پر امام عالی مقام کے مذہب اور ان کے عقیدے کو قربان کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیں کہ امام صاحب نے قبلہ رو ہو کر عمداً جان بوجھ کر خلاف واقعہ فرمایا۔ مگر کوئی مسلمان ان علمبرداران صدق وصفا کی شان اقدس میں اس قسم کی گستاخی کی جرأت نہیں کر سکتا۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کذب بیانی اور خلافِ واقعہ امر کا اظہار ان کی شان ارفع سے بہت دور ہے بلکہ مناقض ہے۔

دوسرا نقل کفر کفر نبا شد اگر کذب بیانی یا تقیہ جائز سمجھتے تو کسی مخالف کے سامنے نہ کہ اپنے شیعہ کے سامنے جو منکر خلفائے راشدین تھا۔ بلکہ اہل تشیع کے نظریہ کے تحت تو برعکس تقیہ کرتے کیونکہ ایک ہمراز ودمساز کے سامنے تقیہ کرنا سخت بے محل بات ہوتی ہے اور یہاں الٹا معاملہ تھا۔ شاید شیعہ مذہب میں قسم اٹھا کر ہمیشہ اور ہر بات میں ہر جگہ جھوٹ بولنا عبادت ہو؟

صاحب کشف الغمہ

یہ بات بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا مصنف کوئی معمولی ذاکر ماکر نہیں بلکہ اہل تشیع میں ساتویں صدی کا مجتہد اعظم گزرا ہے۔ مجتہدین ایران نے ان کی منقبت میں جو الفاظ لکھے ہیں ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

شیعوں کے ایک مجتہد اعظم مجد الدین الفضل جو ۶۹۲ ہجری میں مصنف سے ملے بھی ہیں ان کے حق میں لکھتے

ہیں۔"ملك الفضلاء غرة العلماء قدوة الادباء نادرة عصره، نسيح وحده المولىٰ الصاحب المعظم فى الدنيا والدين فخر الاسلام والمسلمين جامع شتات الفضائل المبرزفي حلبات السبق على الآواخر والاوائل ابى الحسن على بن السعيد فخر الدين بن عيسىٰ ابى الفتح الاربلى امدالله الكريم فى شريف عمره"،اسی طرح مجتہد ایران محمد باقر بن محمد ابراہیم خونسازی اور کربلائی محمد حسین طہرمانی وغیرہ نے ان کو مجتہد اعظم بلکہ ملک الفضلاء غرۃ العلماء کے القاب کے ساتھ لکھا ہے۔

زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ روایات جو آئمہ صادقین سے اس مصنف نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں ان کے متعلق کسی قسم کا تبصرہ یا رائے زنی کی جرأت نہیں کی۔اس زمانہ کے مدعیان محبت وتولے کو اپنے دعویٰ محبت وتولی پر بطور دلیل ائمہ طاہرین معصومین صادقین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب کی تقلید اوران کے فرمان کی تعمیل ضروری ہے ورنہ دعوے بلادلیل کی زندہ مثال اہل تشیع کا ایک ایک فرد ثابت ہوگا۔جب کتاب کا مصنف مسلم شیعہ ان کا ملک الفضلاء غرة العلماء نادرة العصر ان کا مولی معظم ان کا فخرالاسلام والمسلمین جامع شتات الفضائل اور جانے کیا کیا ہے اور کتاب بھی ان کی مسلم حدیث کی ہے جو شروع سے آخر تک آئمہ طاہرین کی روایتیں لاتا ہے اور جہاں کہیں بھی ذرہ برابر گنجائش دیکھتا ہے،تشیع پروری ورفض نوازی سے نہیں چوکتا۔تو ایسی کتاب کی روایت اور وہ بھی ائمہ طاہرین سے اور پھر ذرہ برابر گنجائش نہ ملنے کے باعث ذرہ برابر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ اور کوئی جواب یا کسی قسم کی رائے زنی نہیں کرتا تو برادران وطن بھی ان احادیث کو صحیح توجیہہ سے ہٹانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں اور اس کے واضح غیر مبہم معنی سے اس کو نہ پھیریں اور بعید از قیاس احتمالات کے ساتھ اس کی تاویلیں کرنے کی بے فائدہ تکلیف نہ فرماتے ہوئے امام کے ارشاد کو بگاڑنے کی ناکام کوشش نہ کریں نہ ہی اس کے راویوں کو ناصبی یا از راہ رفتہ کہیں۔

معصوم ائمہ پر اعتراض

علم الصدق والصفی سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صریح اور واضح وغیرہ مبہم ارشاد کی شان دیکھئے اور روایت بھی تمام تر ائمہ صادقین طاہرین معصومین سے ہے۔میں انتظار میں ہوں کہ محبت وتولے کے دم بھرنے والے اس فرمان پر کہاں تک ایمان لانے کے لئے تیار ہوتے ہیں؟ایک عجیب وغریب اعتراض بھی اس روایت پر سن لیں جو شیعوں کے محقق طوسی نے یہ روایت اپنی کتاب تلخیص الشافی میں لکھ کر کیا ہے۔کہتا ہے کہ روایت بیشک ائمہ کرام سے ہے مگر اس کے راوی ایک ایک ہیں۔اس لئے اس پر اعتبار نہیں کرنا۔یعنی امام جعفر صادق صاحب اکیلے اپنے والد امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں اور صرف امام محمد باقر صاحب اپنے والد امام زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں اور صرف امام زین العابدین اس روایت کو حضرت علی سے بیان فرماتے ہیں لہٰذا یہ خبر احاد اور ناقابل اعتماد الشیعہ ہے مگر غالباً یہ کہنا بھول گیا کہ صرف حضرت علی خلفائے راشدین کو امام الہدیٰ اور شیخ اسلام اور مقتدیٰ وپیشوا کہہ رہے ہیں اور صرف وہی ان کو اپنے پیارے فرما رہے ہیں لہٰذا اس پر کیا اعتبار؟

مگر ہم شیعوں کی تسلی کیلئے چودہ آدمیوں سے بیک وقت روایت پیش کرتے ہیں جو کتاب الشافی جلد۲ صفحہ ۴۲۸ مطبوعہ نجف اشرف میں موجود ہے۔

ان علیا علیہ السلام قال فی خطبتہٖ خیر ھذہٖ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر وعمر وفی بعض الاخبار انہٗ علیہ السلام خطب بذٰلک بعد ما انھی الیہ ان رجلا تناول ابابکر وعمر بالشتیمۃ فدعیٰ بہٖ وتقدم بعقوبتہٖ بعد ان شھدوا علیہ بذٰلک۔ ۱۲

"یعنی حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد حضور کی تمام امت میں سے افضل ابوبکر اور عمر ہیں بعض روایتوں میں واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ حضرت شیر خدا حیدر کردار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اطلاع پہنچی کہ ایک شخص (غالباً کسی شیعہ نے) حضرت ابوبکر (صدیق) اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی شان میں سے سب بکا ہے جس پر امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو بلایا اور اس کے سب بکنے پر شہادت طلب فرمائی (یعنی با قاعدہ مقدمہ چلایا) اور شہادت گزرنے کے بعد اپنے دست حیدری کے ساتھ اس کو واصل جہنم فرمایا اور مبتلاء عقوبات گردانا۔ (شافی وتلخیص الشافی جلد۲ صفحہ ۴۲۸ مطبوعہ نجف اشرف)۔

تو فتنہ باز ہے

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ایک اور روایت بھی ملاحظہ فرمادیں:

وروٰی جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہٖ علیھم السلام قال لما استخلف ابوبکر جاء ابوسفیان فاستاذن علٰی علی علیہ السلام قال ابسط یدک ابا یعک فواللہ لاملانھا علٰی ابی فیصل خیلا و رجلا فانزوٰی عنہ علیہ السلام وقال ویحک یا ابا سفیان ھذہٖ من دواھیک وقد اجتمع الناس علٰی ابی بکر ما زلت تبغی الاسلام عوجا فی الجاھلیۃ والاسلام وواللہ ماضر الاسلام ذٰلک شیئا مازلت صاحب فتنۃ۔ ۱۲

"امام جعفر صادق اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں اور وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں اور وہ اپنے والد (امام زین العابدین) سے روایت فرماتے ہیں کہ جب (حضرت) ابوبکر (صدیق) خلیفہ بنے تو ابوسفیان نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی (اور حاضر ہوا) اورعرض کی کہ آپ ہاتھ بڑھائیں میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ خدا کی قسم اس علاقہ کو سواروں اور پیدلوں سے بھردوں گا۔ (اگر حضور خوف کی وجہ سے خلافت کا اعلان نہیں فرما رہے اور تقیۃً خاموش ہیں) یہ سن کر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے روگردانی فرمائی اور فرمایا کہ ابوسفیان تیرے لئے سخت افسوس ہے یہ خیالات تیری تباہ کاریوں کی دلیل ہیں حالانکہ ابوبکر (صدیق) کی خلافت پر صحابہ کا متفقہ اور اجماعی فیصلہ ہو چکا ہے تو تو ہمیشہ کفر اور اسلام کی حالت میں فتنہ اور کجروی ہی تلاش کرتا رہا ہے۔ خدا کی قسم (صدیق اکبر) ابوبکر کی خلافت کسی طرح بھی اسلام کے لئے غیر مفید نہیں ہوسکتی اور تو تو ہمیشہ فتنہ باز ہی رہے گا۔ ۱۲

لیجیے جناب! یہ حدیث بھی امام عن امام عن امام عن امام غرضیکہ اس حدیث کی سند بھی تمام ائمہ معصومین پر مشتمل

ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے ساتھ دوسرا شاہد موجود نہیں۔ ورنہ شیعوں کے محقق طوسی ان پر ایمان لا چکے ہوتے کاش! شیعوں کا پیشوا اس بات پر ایمان رکھتا کہ ائمہ ہدیٰ کے ارشاد سے زیادہ اور کوئی چیز قابل یقین اور لائق اعتبار نہیں ہو سکتی۔ اور ان کے ارشاد پر یقین کرنے کیئے لئے کسی دوسری شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

عمر بزبان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرماتے جائیے۔ کتاب الشافی العلم الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ مطبوعہ نجف اشرف۔

وروی جعفر بن محمد عن ابیه عن جابر بن عبدالله لما غسل عمرو کفن دخل علی علیه السلام فقال صلی الله علیه ما علی الارض احب الی من ان القی الله بصحیفة هذا المستجی بین اظهر کم۔ ۱۲

امام جعفر صادق، امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ جب (امیر المومنین) عمر شہید ہوئے اور ان کو کفن پہنایا گیا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے اور فرمایا اس پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ (رحمتیں و برکتیں) ہوں تمام روئے زمین پر میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں کہ میں اللہ سے ملوں اور میرا اعمال نامہ بھی اس کفن پوش کے اعمال نامہ کی طرح ہو جو اس وقت تمہارے سامنے موجود ہے۔ ۱۲

سبحان اللہ! مولیٰ مرتضیٰ تو ان کے اعمال نامہ کے ساتھ رشک فرما رہے ہیں اور مدعیان تولی ان کو غاصب اور ظالم کہہ رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کس کی سنیں اور کس کی نہ سنیں؟ مولیٰ مشکل کشاء کو سچا مانیں یا ان مدعیان محبت وتولے کو؟ اس سے زیادہ بھی کوئی تعجب انگیز صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ کہ کتابیں بھی اہل تشیع کی نہایت معتبر اور روایات بھی شروع سے آخر ائمہ صادقین طاہرین معصومین کی اور ان کتابوں کی کتابت بھی تہران یا نجف اشرف میں مشہور غالی شیعوں کی زیر نگرانی اور پھر روایات پر اہل تشیع ایمان نہ لائیں تو کہنا پڑتا ہے کہ **فبای حدیث بعدہٗ یومنون**۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ سید مرتضیٰ مصنف کتاب شافی کے متعلق ملا مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ ایران میں لکھا ہے کہ "**از اکابر علمائے امامیہ است**" (یعنی شیعوں کے بہت بڑے علماء میں سے ہے) اور ابو جعفر طوسی کے متعلق بھی تمام مجتہدین شیعہ امام الطائفہ لکھتے ہیں۔ اس کی اپنی کتاب بھی اس کے غالی شیعہ ہونے کی تصدیق کرتی ہیں۔

خلفاء ثلاثہ بزبان ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب ناسخ التواریخ جلد ۵ کتاب ۲ صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴ (قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما)۔

فی ابی بکر (الصدیق) رحم الله ابابکر کان والله للفقرآء رحیما وللقرآن تالیا وعن المنکر ناهیا وبدینهٖ عارفا ومن الله خائفا وعن المنهیات زاجرا وبالمعروف آمرا وباللیل قائما وبالنهار صائما فاق اصحابهٗ ورعا وکفافا وسادهم زهدا وعفافا فغضب الله علی من ینقصهٗ ویطعن علیه٥

اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے ابو بکر (صدیق) پر کہ اللہ کی قسم وہ فقیروں کے لئے رحیم اور قرآن کریم کی ہمیشہ تلاوت کرنے والے، بری باتوں سے منع کرنے والے، اپنے دین کے عالم، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے

والے، ناپسندیدہ اعمال سے ہٹانے والے، اچھی چیزوں کا حکم دینے والے، رات کو خدا سے لولگانے والے، اوردن کوروزہ رکھنے والے تھے تمام صحابہ پر پرہیز گاری اور تقویٰ میں فوقیت حاصل کر چکے تھے دنیا سے بے رغبتی اور پاکدامنی میں سب سے زیادہ تھے پس جوشخص ان کی شان میں تنقیص کرے یاان پرطعن کرے توان کی شان میں تنقیص کرنے والے پرخدا کاغضب۔۱۲

شان فاروقی میں بھی ایک تصریح ملاحظہ ہو(ناسخ التواریخ جلد ۵ کتاب ۲ صفحہ ۱۴۴)

رحم الله اباحفص كان والله حليف الاسلام وماوىٰ الايتام ومنتهى الاحسان محل الايمان و كهف الضعفاء ومعقل الحنفاء وقام بحق الله صابرا محتسبا حتىٰ اوضح الدين وفتح البلاد و آمن العباد اعقب الله من ينقصه اللعنة الىٰ يوم القيامةo

یعنی اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے ابا حفص عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خدا کی قسم کہ وہ اسلام کے سچے ہمدرد تھے۔یتیموں کے آسرا تھے۔احسان کے اعلیٰ مرتبہ پر متمکن تھے۔ایمان کا مرکز تھے۔ضعیفوں کی جائے پناہ تھے۔متقی اور پرہیز گاروں کے ملجاء وماویٰ تھے اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت فرمائی۔جس میں تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہنے والے تھے یہاں تک کہ دین روشن کیا۔ ملکوں کو فتح کیا اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو خوف سے بچا کر امن میں رکھا۔جوشخص بھی ان کی شان کو گھٹائے وہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہے۔۱۲

اسی طرح شان ذی النورین سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ملاحظہ فرماویں۔(ناسخ التواریخ جلد ۵ کتاب ۲ صفحہ ۱۴۴)

رحم الله عثمان كان والله اكرم الهفدة وافضل البررة هجادا بالاسحار كثير الدموع عند ذكر النار نهاضا عند كل مكرمة سباقا الىٰ كل منجية جيبا وفيا صاحب جيش العسرة وحموا لرسول الله ﷺ فاعقب الله من يلعنهٗ لعنة اللاعنينo

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پر اللہ کی قسم وہ رسول اللہ ﷺ کے شریف ترین داماد تھے۔اور مقدس لوگوں سے افضل تھے۔بہت تہجد پڑھنے (نماز) والے تھے۔نار جہنم کی یاد کرتے وقت بہت رونے والے تھے۔ہر بہترین کام میں، ہر نجات دینے والے پہلو کی طرف سب سے زیادہ سبقت کرنے والے تھے۔غزوہ تبوک میں اسلامی لشکر کی اعانت کرنے والوں کے سردار تھے اور رسول اللہ کے قریبی رشتہ دار تھے جو ان کی شان میں سبّ کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان لوگوں کی لعنت ہے جولعنت کرنے والے ہیں۔

ذرا غور فرمائیے

محترم بھائیو! میں خدا کو حاضر و ناظر یقین کرتے ہوئے مذہبی تعصب کو درکنار رکھ کر محض حق پسندی اور انصاف سے عرض کرتا ہوں کہ ائمہ طاہرین کی اس قدر واضح اور غیر مبہم تصریحات سے انکار کرنا اور ان کی بعید از قیاس تاویلیں

کرنا ان کے اصل مفہوم اور معنی سے انحراف کر کے عقل اور صحیح نظر وفکر کے خلاف توجیہیں کرنا صرف اس شخص سے ممکن ہے جو دل سے ان کے ساتھ ایک رائی کے برابر بھی الفت نہیں رکھتا اور اس کے دل میں ان مقربین بارگاہ صمدی کی ذرہ بھر وقعت نہیں۔ صرف زبانی دعویٰ یا محرم کے چند دنوں میں ہنگامہ آرائی ہدیٰ کے واضح تر احکامات اور ان کے حلفیہ بیانات اور قسمیہ تصریحات کو خلاف واقعہ اور جھوٹ یقین کرنے والا محب اور مومن نہیں ہوسکتا۔

کافی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنو صفحہ ۹۹ بھی مطالعہ فرماتے جائیے۔

ینادی مناد فی اول النهار الا ان فلان بن فلان شیعتهم هم الفائزون وینادی أخر النهار الا ان عثمان وشیعتهم هم الفائزونo

یعنی صبح کو ندا دینے والا ندا دیتا ہے کہ ہوش سے خبردار ہو کر سنو کہ فلاں ابن فلاں اور ان کا گروہ وہی ہیں۔ جو فائز المرام ہیں اور شام کو ایک ندا دینے والا یہ ندا دیتا ہے۔ ہوش سے خبردار ہو کر سنو کہ عثمان اور ان کا گروہ وہی ہیں جو فائز المرام ہیں۔

''فلاں'' سے کون مراد ہیں؟ تو اہل تشیع کی عادت ہے کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اگر ناچار لکھنا پڑ جائے تو ''فلاں'' لکھ کر سبکدوش ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے سائے سے بھی اس طرح بھاگتے ہیں کہ دوسرا راستہ اختیار کرتے ہوئے فلاں کہہ دیتے ہیں۔ اہل تشیع نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ یہ طرز اختیار کیا ہے۔ مثلاً کتاب نہج البلاغۃ مطبوعہ ایران۔

جزی الله فلانا فلقد قوم الاعو جاج و دوی الجهل اقام السنة وخلف الفتنة وذهب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرها وسبق شرها ادی الی الله سبحانهٗ طاعتهٗ وتقواهٗ بحقة رجل وترکهم فی طرق متشعبة لایهتدی فیها الضال ولا یستیقن المهتدیٰ۔ ۱۲

یعنی اللہ تعالیٰ ہی جزائے خیر عطا فرمائے ''فلانے'' کو جس نے کجروی کو قطعی طور پر درست کیا اور جہالت کی مرض کی دوا کی جس نے سنت کو قائم کیا اور فتنہ کو پیچھے دھکیلا۔ دنیا سے پاکدامن اور بے عیب ہو کر گیا۔ بھلائی اور خیر کو حاصل کیا اور فتنہ شر سے پہلے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی عبادت کما حقہ، ادا کی۔ وہ رخصت ہو گیا اور لوگوں کو اس طرح پریشان حالت میں چھوڑ گیا کہ گمراہ ہدایت نہیں پاسکتا اور ہدایت یافتہ یقین نہیں کر سکتا۔

حضرت امام الائمہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خطبے کی شرح میں صاحب بحۃ الحدائق اور ابن ابی الحدید اور منہاج البراعۃ اور لاہجی اور در ابن میثم تصریح کرتے ہیں کہ ''فلاں'' سے مراد عمر ہیں البتہ ابن میثم ابوبکر (الصدیق) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی کہتے ہیں۔ الدرۃ النجفیہ میں ہے کہ ابوبکر صدیق مراد ہیں۔

شہید کربلا کی بے خبری؟

نہج البلاغۃ کی یہ شروح متعصب اور غالی اہل تشیع نے کی ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ صاحب بحۃ الحدائق اس خطبے کی شرح میں آخر میں کہتے ہیں شیر خدا نے بطور ''تقیہ'' امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس قدر تعریف فرمائی ہے۔

بہر حال ہم نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی کلام پاک اوران کا ارشادگرامی پیش کرنا ہے۔ان کے مافی الضمیر کے متعلق خدا جانے اوروہ جانیں شاید امام عالی مقام علیم الصدق والصفا شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتقیہ کرنے کا مسئلہ معلوم نہ ہوگا ورنہ جب گھر میں تقیہ ضروری امر تھا تو غربت وسفر میں علی الخصوص عترت معصومین کے ساتھ تو ضرور وہ بھی تقیہ کرتے اور خانوادۂ نبوت کوشہید نہ کراتے اور بامن داماں مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے۔ اہل تشیع کو یہ لدنی اور صدری علوم زندہ جاوید ہستیوں کا ماتم منانے اور مقتدایانِ امت کے حق میں سب وشتم بکنے سے حاصل ہوگئے۔

نصیب اپنا اپنا

بھائی یہ تو اپنی اپنی قسمت کی بات ہے۔اگر باب مدینۃ العلم کا نظریہ،ان کا مذہب،ان کا عقیدہ،ان کی رازداری کا شرف اوران کے باطنی علوم نہ معلوم ہوسکے تو مظلوم کربلا کواوران کے افکار واسرار مافی الضمیر کا علم حاصل ہوگیا تو شیعہ کومگر

سرداد نداد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لاالہٰ است حسین

تقیہ نہ کرنے والے پر جو بے پناہ فتوے اوران کی تکفیر اہل تشیع کی ام الکتب یعنی کافی کلینی میں موجود ہیں کہ اس کا مستقل باب باندھا ہے جس کو دیکھ کر الامان والحفیظ بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے اور اہل تشیع کے صدق وصفا اوران کی صاف باطنی کی داد دینی ضروری ہوجاتی ہے جس کا نمونہ عرض کرچکا ہوں۔

حضرت امام حسین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرزند،ان کے شاگرد،ان کے خلیفہ،ان کے فیض یافتہ اور یہ شیعہ حضرات ان تمام نعمتوں سے محروم تو پھر یہ نعمت عظمیٰ ان کو نصیب ہوگئی کہ باطنی علوم سے صرف اور صرف یہی فیض حاصل کرسکے اور امام (معاذاللہ) محروم رہ گئے تلك اذا قسمة ضيزی۔

بہر حال ہم ظاہر بینوں کی مدعیان محبت وتولی کی انتہائی معتبر کتابوں میں ائمہ طاہرین معصومین صادقین کی سند سے جو روایات پہنچی ہیں۔ہم تو انہی پر اکتفا کرتے ہوئے گزارش کرنے کے اہل ہیں اور امام عالی مقام شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظاہری طرز عمل اوران کی ظاہری تعلیم کو اہل بیت کرام کے صدق وصفا کا علم سمجھتے ہیں اور اسی پر قناعت کرسکتے ہیں۔میدان کربلا کا ذرہ ذرہ ہمیں جس صاف باطنی اور غیر خدا کے خوف سے بے دھڑک ہوکر صدق بیانی کی طرف بلاتا رہے گا۔ہم تو بھائی اسی کوشیر خدا کا نظریہ یقین کرتے رہیں گے اور جب تک روضہ اطہر کو میدان کربلا میں دیکھتے رہیں گے ہماری آنکھیں تو کسی دوسرے صدری علم کو دیکھ نہیں سکتیں۔اپنی اپنی استعداد ہے۔

شیر خدا بیعت کرتے ہیں

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات اور وہ بھی ائمہ معصومین کی سند کے ساتھ۔آپ ان کا نمونہ تو دیکھ ہی چکے۔اب ہم آپ کوشیر خدا کا طرز عمل بھی پیش کرتے ہیں۔ناسخ التواریخ جلد۲۔صفحہ۴۳ مطبوعہ ایران۔

"پس از ہفتاد شب باابوبکر بیعت کو دو برایتے پس از شش ماہ باابوبکر بیعت کرو"

یعنی ستر دنوں کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت ابوبکر کے ساتھ بیعت کی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور ایک روایت میں ہے کہ چھ ماہ کے بعد بیعت کی۔

ہاں جی ضرور کی، اگرچہ چھ سال کے بعد ہی بیعت کرتے تو بھی اس کو بیعت کرنا ہی کہا جاتا۔اب اس تاخیر کے اسباب تو اس واقعہ کو تیرہ سو ساٹھ سال ہو گئے ہیں۔ جو راوی دو ماہ دس دن سے کھینچ تان کر چھ ماہ تک لے جاسکتے ہیں۔ وہ ایک آدھ دن سے دو ماہ تک بھی لے جاسکتے ہیں۔دوسرا چھ ماہ کے عرصہ تک جس نے کربلا کا سامان مہیا نہیں فرمایا اور آخر پورے غور و خوض کے بعد بیعت ہی کو اختیار فرمایا۔انہی کی رائے عالی صائب تھی۔

الٹی منطق

تیسرا کتاب شافی لعلم الہدیٰ جو غالی ترین شیعہ کی تصنیف ہے اور کتاب تلخیص جو شیعوں کے محقق طوسی کی تصنیف ہے جن کا حوالہ گزر چکا ہے ان میں صاف صاف روایت امام جعفر صادق، امام محمد باقر سے اور وہ امام زین العابدین سے فرماتے ہیں کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو ابوسفیان نے ان کی خلافت کو ناپسند کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ جس پر شیر خدا نے ان کو وہ ڈانٹ دی کہ تا قیامت عبرت رہے گی۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو سراہا۔اور اس کو برحق تسلیم فرمایا۔ اس واقعہ سے تقیہ یا جبراً بیعت کا سوال ہی اٹھ جاتا ہے۔ جب اس قدر فوج مہیا تھی تو پھر خوف کا ہے کا تھا؟ نیز جبراً بیعت کا فائدہ ہی کیا تھا۔ جب جبراً ووٹ کی پرچی بھی حاصل نہیں کی جاسکتی تو وعدۂ اطاعت ووفا جبراً حاصل کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور پھر تقیہ اور جبراً بیعت کرنا بھی انوکھی منطق کا قضیہ ہے۔

بھائی تقیہ کا تو معنی ہی یہی ہے کہ ظاہر میں طرفدار اور دل سے بیزار۔تو پھر مجبور ہونا اور نقل کفر کفر نباشد، گھسیٹنے کی نوبت آنا اور (معاذ اللہ) گلے میں رسا ڈلوا کر گھسیٹنے کی حالت میں مسجد میں جانا بھی عجیب رضامندی اور طرف داری کا اظہار ہے۔ دراصل اہل تشیع بیعت نہ کرنے اور ناخوشنودی کے جتنے احتمالات ہو سکتے ہیں بیک وقت پیش کر کے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں باہمی اختلافات ثابت کرتے وقت عقل سے بھی تقیہ کر جاتے ہیں اور یہی ایک تقیہ تمام تر شیعہ مذہب کے درد کی دوا ہے شیعوں کی کتاب کافی میں کئی جگہ شیر خدا کا خلفائے راشدین سابقین کے ساتھ بیعت کرنے کا ذکر ہے۔ مگر اکثر مقامات پر یہی لکھا ہوا ہے کہ مجبور ہو کر اور (معاذ اللہ العظیم) گلے میں رسا ڈلوا کر کشاں کشاں وعدۂ اطاعت کیلئے بیعت کرنے کی خاطر شیر خدا تشریف لے گئے اور شیر خدا نے تقیہ کیا ہوا تھا۔یعنی ظاہر میں ان کے ساتھ تھے اور اندرونی طور پر بیعت کرنا نہیں چاہتے اہل تشیع کے فضلا سے کوئی پوچھے کہ ظاہراً طرفداری اور جبر و اکراہ کی باہمی آمیزش وامتزاج تو سمجھاؤ کہیں آپ اجتماع نقیضین کی مثال تو نہیں دے رہے؟ یا مانعۃ الجمع کو متحقق الوجود تو نہیں بتا رہے؟ اس جبر واکراہ اور تقیہ کی باہمی امتزاج اور آمیزش کی شان دیکھنی ہو تو ناسخ التواریخ جلد۲ صفحہ ۲۶، ۴۴۹ اور کتاب حملہ حیدری مصنفہ علامہ باذل کا مطالعہ فرماویں۔کافی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۳۹ کی عبارت بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان الناس لما صنعوا اذ بایعوا ابابکر لم یمنع امیر المومنین علیہ السلام ان یدعو الٰی نفسہٖ الا نظر ا للناس وتخوفا علیھم ان یرتدوا عن الاسلام فیعبدوا اوثانا ولا یشھدو ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وکان الاحب الیہ ان یقرھم علٰی ماصنعوا من ان یرتدوا عن جمیع الاسلام وانما ھلک الذین

رکبوا فاما من لم یصنع ذٰلک ودخل فیما دخل فیہ الناس علی غیر علم ولا عداوۃ الامیر المومنین علیہ السلام فان ذٰلک لایکفرۂ ولا یجحد من الاسلام فلذٰلک کتم علی علیہ الالسلام امرۂ وبایع مکرھا حیث لم یجد اعوانا۔ ۱۲

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیعت کرنا شروع کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھ بیعت کرنے کیلئے لوگوں کو اس خوف سے نہ بلایا کہ لوگ مرتد ہو جائیں گے اور بت پرستی شروع کر دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا چھوڑ دیں گے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کے مرتد ہو جانے سے زیادہ پسند یہ بات تھی کہ صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیعت کرنے پر لوگوں کو برقرار رکھیں۔ کیونکہ صدیق اکبر کے ساتھ بیعت نہ تو لوگوں کو کافر بناتی تھی اور نہ ہی اسلام سے خارج کرتی تھی اس لئے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے امر کو چھپایا اور مجبور ہو کر بیعت کی۔

سوچیں ذرا

سب سے بڑی بات تو شان حیدری کا لحاظ رکھنا ہے کہ وہ شیر خدا کسی خوف یا ڈر کی بنا پر بیعت کرنے والے تھے یا نہ؟ دوسرا امام حسین کا اسی بیعت کے سوال میں سر دے دینا اور بیعت کیلئے ہاتھ نہ دینا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور ان باپ بیٹے کے نظریات میں خلاف وتضاد تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تیسرا شان حیدری کے برعکس اگر تقیہ و مجبوراً بیعت کا انعقاد فرض بھی کر لیا جاوے تو حسب ارشاد مرتضوی (نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ا وناسخ التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ صفحہ ۳۲، ۴۸ پر جو آگے مذکور ہوگا) کہ زبیر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے صرف ہاتھ سے بیعت کی ہے اور دل سے نہیں کی تو بیعت کرنے کا اس نے یقیناً اقرار کیا اور بیعت کرنے والے زمرہ میں داخل ہو گیا الخ۔ چوتھا حضرت زبیر نے جو بیعت کی تھی جس کو حضرت علی صحیح بیعت قرار دے رہے ہیں وہ بھی حسب تصریح ناسخ التواریخ جلد ۳، حصہ نمبر ۲ صفحہ ۷ انتہائی جبر واکراہ کی بنا پر تھی اصل عبارت ناسخ التواریخ۔

ازپس اواشتر روئے باز بیر کر د فقال قم یا زبیر واللہ لا ینازع احد الاوضربت قرطہ بھذا السیف، گفت اے زبیر بر خیز وبیعت کن۔ سوگند باخدائے ہیکس ازمناز عت بیروں نشود الا آنکہ سرش برگیرم پس زبیر بر خواست وبیعت کرد۔ الخ

یعنی حضرت علی کے خادم خاص اشتر نے حضرت زبیر کی طرف منہ کر کے کہا کہ اٹھ اور بیعت کر خدا کی قسم جو شخص بھی بیعت کرنے سے انکار کرے گا تو میں اس کا سر قلم کر کے رکھ دونگا۔ پس زبیر اٹھے اور حضرت علی سے بیعت کی۔

اب اس جبر واکراہ کے ساتھ بھی بیعت صحیح بیعت کی طرح ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلفائے راشدین کے ہاتھ پر بیعت کرنا اسی طرح صحیح بیعت ہی تسلیم کر لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔

اہل بصیرت کے سامنے اس پر تبصرہ تحصیل حاصل ہوگا لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت علی کے ساتھ بیعت کرنے سے لوگ (معاذ اللہ) مرتد ہو جاتے ہیں اور صدیق اکبر کے ساتھ بیعت کرنے سے نہ اسلام سے خارج تھے اور نہ کافر بنتے تھے یہ کیوں؟

پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ جانتے تھے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے اگر لوگوں کو ہٹایا جائے تو مرتد ہو جائیں گے تو پھر حسب روایات ناسخ التواریخ وحملہ حیدری وغیرہ چھ ماہ تک یا (بروایت) دو ماہ تک توقف کیوں فرمایا؟ اور جب ارتداد جیسے فتنے کو روکنا تھا۔ تو (نقل کفر کفر نباشد) ریسماں اندازی (رسہ ڈالنا) اور کشاکشی کی تہمت کیوں لگائی گئی؟ اور جب (حسب روایت ناسخ التواریخ وشافی وغیرہ) ابوسفیان اوران کے ساتھی ایک بے پناہ لشکر لے کر امداد کے لئے حاضر ہوئے تو مجبوری کا کیا معنی اور بے یارومددگار ہونے کا کیا مطلب؟

مسلمان بھائیو! شیر خدا کی شان ہی جب ان مدعیان تولی کو معلوم نہیں تو اس قسم کی بے سروپا رروایات نہ گھڑتے تو کیا کرتے۔ شاید امام عالی مقام شہید کربلا سے زیادہ شیر خدا بیعت پر مجبور تھے۔ (نعوذ باللہ ان نکون من الجاھلین) یا یہ کہ میدان کربلا میں خانوادۂ نبوت کی شہادت اور گلستان نبوت اور چمنستان رسالت کا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) نذر خزاں ہونا مجاہد کربلا کی بیعت کر لینے سے روکا نہیں جا سکتا تھا اور معاندین اور شہید کنندگان سید شباب اہل الجنۃ اور حضور کے سارے خاندان عالی شان کو شہید کرنے والوں نے مرتد اور اسلام سے خارج نہیں ہونا تھا جن کو کفر اور ارتداد سے روکنا امام عالی مقام شہید کربلا کا اولین فریضہ تھا اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت اقدس پر عمل کرنا اپنی جگہ پر ضروری تھا اور ہم خرما ہم ثواب فی حدذاۃ ایک مصلحت موجود تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام خطوط

اہل تشیع کے علامہ متبحر ابن میثم شرح نہج البلاغۃ میں حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں جو بصورت کتاب حضرت معاویہ کی طرف ارسال فرمایا اور جس کو جامع نہج البلاغۃ نے بمقتضائے صداقت ودیانت قطع وبرید اور تحریف سے خالی نہیں چھوڑا۔ ابن میثم وہ تمام ارشاد نقل مطابق اصل کرتے ہیں۔ جن کو جامع نہج البلاغۃ (رضی) نے قطع وبرید کر دیا اور بعض کتاب سے ایمان اور بعض کے ساتھ کفر کی یاد تازہ کی۔

وذکرت ان اجتبٰی لہ من المسلمین اعوانا ایدھم بہٖ فکانوا فی منازلھم عندہٗ علٰی قدر فضائلھم فی الاسلام وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ ولرسولہٖ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصائب بھما لجرح فی السلام شدید یرحمھما اللہ وجزاھم اللہ باحسن ماعملا٥

یعنی اے معاویہ تم یہ بیان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاون ومددگار مسلمانوں سے منتخب فرمائے اور ان کو حضور کے ساتھ تائید بخشی تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے مرتبوں میں وہی قدر رکھتے ہیں۔ جس قدر کہ اسلام میں ان کے فضائل ہیں۔ اور ان سب سے اسلام میں افضل اور

سب سے اللہ اوراس کے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا سچا خیر خواہ خلیفہ فاروق (عمر) ہیں۔ جیسا کہ تو خودتو تسلیم کرتا ہے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ ان دونوں (خلیفوں) کا رتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور ان دونوں کی وفات اسلام کے لئے ایک شدید زخم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت فرمائے اوران کو اچھے اعمال کی جزا بخشے۔ (ابن میثم شرح نہج البلاغۃ مطبوعہ ایران صفحہ ۴۸۸، سطر ۵)

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور ارشاد گرامی جو اپنے زمانہ خلافت میں آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مکتوب گرامی میں تصریح فرماتے ہیں۔

انہٗ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علٰی ما بایعوھم علیه فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علٰی رجل وسموہ اماما کان ذٰلك لله رضی فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعة ردوہ الٰی ماخرج منه فان ابٰی قاتلوہٗ علٰی اتباعهٖ غیر سبیل المومنین وولاہٗ ماتولی الخ (نہج البلاغۃ کتاب)۔

یعنی میرے ساتھ انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جن لوگوں نے ابوبکر (صدیق) اور عمر (فاروق) اور (سیدنا) عثمان کے ساتھ بیعت کی تھی۔ پس کسی حاضر کو یہ حق نہیں کہ میرے بغیر کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنائے اور نہ ہی کسی غائب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ (ایسی خلافت) رد کرے اور مشورہ دینے کا حق بھی صرف مہاجرین اور انصار ہی کو ہے پس جس آدمی پر ان کا اتفاق اور اجماع ہو جائے اور اس کو امام وامیر کے نام سے موسوم کرلیں تو انہی کا اجماع اور امیر بنانا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا سے ہوتا ہے پس جو شخص بھی ان کے اجماعی فیصلہ پر طعن کرتے ہوئے یا کوئی نیا راستہ اختیار کرتے ہوئے اس سے الگ ہونا چاہیے تو اس کو اسی اجماعی فیصلے کی طرف لوٹانے کی کوشش کرو۔ اور اگر واپس آنے سے انکار کرے تو اس کے خلاف اس بنا پر جنگ کرو۔ کہ اس نے مسلمانوں کے راستہ کے بغیر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرلیا ہے اور جس طرف اس کا منہ پھرا ہے اسی طرف اللہ نے اس کو جانے دیا ہے۔ (یعنی یہ نہ سمجھو کہ وہ کسی صحیح نظریہ کے تحت مسلمانوں سے الگ ہوا ہے)۔

اور ناسخ التواریخ جلد ۳ حصہ ۲ کی عبارت بھی ملاحظہ کریں:۔

خطبه امیر المومنین علیه السلام انکم بایعتمونی علٰی ما بویع علیه من کان قبلٰی وانما الخیار للناس قبل ان یبایعوا فاذا بایعوا فلاخیار لھم الخ۔

یعنی تم لوگوں نے میرے ہاتھ پر اسی بنا پر بیعت کی ہے جس بنا پر مجھ سے پہلے خلفاء کے ساتھ بیعت کی گئی تھی۔ اور جز ایں نیست کہ (یقیناً) لوگوں کو کوئی خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار بیعت کرنے سے پہلے ہوتا ہے۔ پس جب وہ بیعت کر چکے تو پھر ان کو کوئی اختیار باقی نہیں کہ وہ کوئی دوسرا راہ اختیار کریں۔

ان ارشادات گرامی پر کسی قسم کا تبصرہ اوراس کی تفسیر لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ خلافت کا انعقاد اور خلفائے

راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی احقیت خلافت اور مدلل طور پر اس کا ثبوت اور مہاجرین وانصار کے متفقہ فیصلے سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ثابت ہونا۔ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی خلافت کی احقیت پر خلفائے سابقین کی احقیت خلافت کو بطور دلیل پیش کرنا اور مہاجرین وانصار جس شخص کو امام وامیر بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضاء کے مطابق اس کا امام اور امیر ہونا اور حضرت علی المرتضٰی کا یہ حکم دینا کہ جو ایسے امیر کی خلافت سے انکار کرے وہ واجب القتل ہے۔ یہ سب تصریحات اظہر من الشمس ہیں۔ اب ان تصریحات اور واضح اشارات کو غلط اور غیر ناشی عن دلیل احتمال اور نامعقول توجیہوں کے ساتھ بگاڑنے کی کوشش نہ فرمائی جائے ورنہ حسب تصریح صاحب کشف الغمہ حق سے روگردانی ہی ہوگی۔ اور آفتاب کو مکڑی کے جالے سے روپوش کرنے کی مثال زندہ ہوگی۔

اخلاق کا نادر نمونہ

حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ جو خلفائے راشدین کے متعلق تھا۔ بہت کچھ واضح ہو چکا ہے۔ تاہم حضور کے ایک اور ارشاد کا بھی مطالعہ فرمالیں۔ نہج البلاغۃ خطبہ امیر علیہ السلام نمبر ۱۲۸

وقد شاورہٗ عمر بن الخطاب فی الخروج علٰی غزوۃ الروم بنفسہٖ (فقال) وقد توکل اللہ لاھل ھذا الذین باعزاز الحوزۃ وستر الغوزۃ والذی نصر ھم وھم قلیل لا ینتصرون ومنحھم وھم قلیل لا یمتنعون حی لا یموت انک متٰی تسرا لٰی ھذا العدو بنفسک وتلقاھم بشخصک فتنکب لاتکن للمسلمین کانفۃ دون اقصٰی بلادھم لیس بعدک مرجع یرجعون الیہ فابعث الیھم رجلا مجربا واحفز معہٗ اھل البلاء والنصیحۃ فان اظھر اللہ فذٰلک ماتحب وان تکن الاخرٰی کنت ردء للناس مثابۃ للمسلمینo

یعنی امیر المومنین عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے حضرت امیر المومنین علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) سے روم کے خلاف جہاد میں خود شریک ہونے کے متعلق مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت علی المرتضٰی جواباً فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غلبہ دینے اور ان کی عزت کی حفاظت فرمانے کا کفیل اور ذمہ دار ہے۔ وہ ذات (جل جلالہ) جس نے مسلمانوں کو ایسی حالت میں فتح ونصرت عطا فرمائی ہے کہ مسلمان تعداد میں کم تھے (اور کمی کی وجہ سے) فتح حاصل نہیں کر سکتے تھے اور ان کے دشمنوں کو ایسی حالت میں ان سے رد فرمایا کہ یہ تھوڑے تھے اور خود رد نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ذات زندہ ہے فوت نہیں ہوگی۔ آپ اگر بذات خود دشمن کی طرف جائیں اور بذات خود اس کے خلاف جنگ میں شرکت کریں اور ایسی حالت میں آپ شہید ہو جائیں تو پھر روئے زمین پر مسلمانوں کا کوئی آسرا اور ان کی کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ آپ کے بعد ان کا کوئی ملجاو ماویٰ باقی نہ رہے گا۔ جس کی طرف مسلمان رجوع کر سکیں اور اس کے ساتھ پناہ لیں۔ آپ ایسا کریں کہ کوئی تجربہ کار آدمی دشمن کی طرف روانہ فرمائیں اور اس کے ساتھ جنگ آزمودہ لشکر بھیجیں۔ پس اگر اللہ نے فتح نصیب فرمادی تو آپ کا عین منشا یہی ہے اور اگر (خدانخواستہ) کوئی دوسری بات ہوگئی تو آپ کی ذات تو مسلمانوں کے ملجاو ماویٰ اور ان کے لئے آسرا اور جائے پناہ موجود ہوگی۔

ہے کوئی اہل تشیع کے مذہب میں نہج البلاغۃ سے زیادہ معتبر کتاب؟ جس کی تصریحات پر اہل تشیع کا اطمینان ہو سکے۔ برادران وطن اچھی طرح حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات کا مطالعہ فرمالیں اور اس کے بعد اگر یہی ثابت ہو کہ جن ہستیوں کی خیر مولیٰ مرتضیٰ منا رہے ہیں۔ جن کو مسلمانوں کا ملجا وماویٰ قرار دے رہے ہیں جن کو مسلمانوں کا آسرا اور جائے پناہ بیان فرمارہے ہیں۔ جن کے بعد مسلمان بے آسرا و بے یارومددگار یقین فرمارہیں۔ تو ان کی خلافت راشدہ سے پھر انکار کیوں؟ ان کی شان اقدس میں سب وشتم کا کیا معنیٰ؟ ہاں اگر یہود ونصاریٰ ان کی شان اقدس میں سب س شتم کریں تو وہ دشمنان اسلام ہیں۔ ان کی سلطنتوں کو دولتِ فاروقی نے تباہ و برباد کیا۔ ان کے گرجوں کو مسجدوں کی شکل بخشی۔ ان کے آتش کدوں کو ٹھنڈا کیا۔ ان کی تمام ہیبت ودبدبے کو اسلام کی چوکھٹ کے سامنے سرنگوں فرمایا تو ان کا حق ہے مسلمان زادوں کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے کہ شیر خدا کے نظریہ کے برعکس تاریخ عالم کے برخلاف صرف چندروزہ آزادی اور عشرت سے مست ہو کر اپنے بزرگوں اور پیشواؤں کا مذہب چھوڑ کر مقتدایان اسلام کے حق میں سب وشتم شروع کردیں۔

ایک اور مثال

اہل عقل ودانش کے لئے اسی کتاب میں سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور ارشاد بھی مطالعہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔ نہج البلاغۃ خطبہ ۱۴۶

وقد استشارهٗ عمر بن الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس بنفسهٖ (قال) ان هٰذا الامرلم یکن نصرهٗ ولا خذ لانهٗ بکثرة ولا بقلة وهو دین الله الذی اظهرهٗ وجنده الذی اعدهٗ وامدهٗ حتٰی بلغ مابلغ وطلع حیث ماطلع ونحن علیٰ موعود من الله سبحان الله منجز وعده وناصر جندهٗ ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز یجمعهٗ ویضمهٗ فان انقطع النظام تفرق وذهب ثم لم یجتمع بحذا فیرهٖ ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فانهم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحٰی بالعرب واصلهم دونك نار الحرب فانك ان شخصت من هٰذا الارض انقطبت علیك العرب من اطرافها واقطارها حتٰی یکون ماتدع و رائك من العورات اهم الیك مما بین یدیك ان الاعاجم ان ینظروا الیلك غدا یقولوا هذا اصل العرب فاذا اقتطعتم استرحتم فیکون ذٰلك اشد لکلبهم علیك وطمعهم فیك۔ الخ

یعنی جب امیر المومنین عمر نے امیر المومنین علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے فارس کے خلاف کے جنگ میں بذات خود شریک ہونے کا مشورہ طلب فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ نے مشورہ دیا کہ مسلمانوں کی فتح وشکست کثرت وقلت افراد کی وجہ سے کبھی نہیں ہوئی۔ یہ اللہ کا دین ہے اس کو اللہ ہی نے غالب کیا ہے اور تیار فرمایا ہے اور اس کو امداد دی ہے۔ یہاں تک کہ جہاں اس دین نے پہنچنا تھا پہنچا اور جہاں تک اس نے چمکنا تھا چمکا اور ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے وعدے کے مطابق ہیں اور اس پر مقرر ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ

اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کو فتح دینے والا ہے اور مسلمانوں کے امیر کا مرتبہ ایسا ہے جیسے تسبیح کا رشتہ ہوتا ہے جو اس کے دانوں کو اکٹھا اور اپنے اپنے مرتبے میں رکھتا ہے پس اگر وہ رشتہ ٹوٹ جائے تو پھر تمام دانے بکھر جاتے ہیں پھر وہ اکٹھے نہیں ہو سکتے اور اہل اسلام اگر چہ بہ نسبت دشمن کے کم ہیں مگر دولتِ اسلام کی وجہ سے زیادہ ہیں اور اپنے اجتماع کی وجہ سے غالب ہیں۔ آپ قطب بن کر ایک ہی جگہ رہیں اور لشکر اسلام کی چکی کو گھمائیں اور جنگ کی آگ کو اپنے ملک سے دور رکھ کر دشمن تک پہنچائیں۔ اگر آپ بذات خود اس ملک عرب سے چلے گئے تو قبائل عرب (جو دبے ہوئے ہیں) ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گے۔ پھر مسلمانوں کی عزت و ناموس کی حفاظت آپ کو فارس کے خلاف جہاد کرنے سے زیادہ اہم محسوس ہوگی (اور) عجمی لوگ جب آپ کو میدان جنگ میں کل دیکھیں گے تو یہی کہیں گے کہ عرب کا سردار یہی ہے اسی کو ختم کر دو تو پھر خیر ہی خیر ہے پھر یہ بات دشمن کو آپ کے خلاف جنگ کرنے میں سخت حریص کر دے گی۔ اور آپ کے خلاف لڑنے میں ان کے طمع کو بڑھائے گی۔

مسلمان بھائیو! اور نہیں تو اتنا کم از کم سوچو کہ اس قسم کے مشورے دوست اور خیر خواہ دیا اور لیا کرتے ہیں یا دشمن؟

اور لفظ "قیم بالامر" پر غور کرو جس کا صاف معنٰی "امیر المومنین" ہے جو حضرت علی، حضرت عمر کے حق میں فرما رہے ہیں۔

تو پھر شور کیسا؟

اب یہ شور کہ وہ مستحق خلافت نہیں تھے وغیرہ وغیرہ تو اس بات کا قطعی علم آج کل کے ذاکرین شیعہ کو زیادہ ہو سکتا ہے یا جناب مرتضٰی کو؟ کم از کم یہ خیال کرنا چاہئے کہ حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حالات کو بچشم خود ملاحظہ فرمانے والے تھے۔ ان کے طرز عمل کو ہر وقت محسوس کرتے تھے اور یہ زمانہ کتنا بعید تر ہے تو بہر صورت عینی شاہد کا بیان ہی قابل قبول ہو سکتا ہے۔ اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب "ناسخ التواریخ جلد۲ صفحہ ۳۹۵" میں بھی حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد موجود ہے اور حضور کے یہ جملے کہ "ونحن علیٰ موعود من اللہ سبحانہٗ" (اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہمارے ساتھ غلبہ کا وعدہ کیا گیا ہے) الخ۔ ان کے معنی اور تفسیر میں صاحب ناسخ التواریخ لکھتا ہے۔

واینک مابروعدہ خداوند ایستادہ ایم چہ مومناں راوعدہ نہاد کہ درارض خلیفتی دھد۔ چنانکہ پیشینان راودین ایشاں رااستوار دارد و خوف ایشاں رامبدل بایمنی فرمایدتا برھمہ ادیان غلبہ جو یید و خداوند بوعدہ وفاکند ولشکر خود را نصرت دھد ھمانا فرمان گزار امور رشتہ راماند کہ مھرھابدوپیوستہ شدند الخ۔

یعنی اس وقت ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر کھڑے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ زمین میں ان کو اپنے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے خلیفے بنائے گا۔ اس طرح جیسا کہ پہلے پیغمبروں کے خلیفے بنائے گئے اور ان کے دین کو تمکنت اور پختگی دے گا۔ ان کے خوف کے بعد اس کے بدلے انہیں امن دے گا۔ تاکہ مذاہب عالم پر غلبہ تلاش کریں اور اللہ تعالیٰ وعدہ کو وفا کرتا ہے اور اپنے لشکر کو فتح و نصرت دیتا

ہے جبکہ امر کرنے والے (امیر المومنین) ایسے رشتہ (لڑی) کی مثال ہیں جس کے ساتھ دانے پیوستہ ہیں۔الخ

حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر مقرر ہوئے ہیں۔ صاحب ناسخ التواریخ اسی طرح باقی شراح نہج البلاغۃ حضور کے ان جملوں کی تفسیر میں تصریح کرتے ہیں کہ حضور نے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ہے۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا ط یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون ط

تم میں سے مومنین اور صالحین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے پیغمبروں کے صحابہ کو خلیفہ بنایا تھا اور اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ ان کے لئے ان کے اس دین کو استحکام و تمکنت بخشے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ان کے خوف کو امن و سلامتی کے ساتھ بدلے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور ان تمام باتوں کے بعد جو انکار اور کفر کریں گے۔ تو وہی فاسق ہوں گے۔

حضرت شیر خدا کے ان جملوں کا مطلب کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر قائم ہوئے ہیں اور مقرر ہوئے ہیں۔ اسی آیت وعدہ یعنی آیت استخلاف (خلیفے مقرر کرنے والی آیت) کے ترجمہ کو پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اہل تشیع کا مجتہد اعظم علامہ ابن مثیم شرح کبیر نہج البلاغۃ (صفحہ ۳۰۷ مطبوعہ ایران) میں انہی ارشادات مرتضوی کی شرح و تفسیر میں تصریح کرتا ہے۔

ویوعداللہ تعالیٰ المسلمین بالاستخلاف فی الارض وتمکین دینھم الذی ارتضیٰ لھم وتبدیلھم بخوفھم امنا کما ھو مقتضی الآیۃ۔ ۱۲

یعنی سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ **نحن علی موعود من اللہ** (ہم اللہ کی طرف سے وعدے پر ہیں) دین مقدس اور لشکر اسلام کی فتح مندی کے اسباب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور اعانت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئے گئے وعدہ کو بیان فرما رہے ہیں جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے بعد زمین پر خلیفہ بنانے اور ان کے اس دین کو جس سے وہ راضی ہوا تمکنت اور استقلال بخشنے اور ان کے خوف کو امن کے ساتھ بدلنے کے متعلق فرمایا ہے جیسا کہ آیت کریمہ کا مقتضی ہے۔

خلافت فاروق بزبان علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما

بہر حال صورت تمام شراح نہج البلاغۃ یہی تصریح کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو اسی آیت استخلاف کے ساتھ برحق ثابت کیا ہے اور ان کے زمانہ خلافت کو اور ان کے دین کو اسی آیت کے مقتضی سے بیان فرمایا کہ وہ برحق ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہے واقعات بھی اسی امر کے موید ہیں۔ کہ وہ زمانہ جو جزیرۂ عرب میں بھی مخالف قبائل کی آئے دن فتنہ پردازیوں اور خطرناک سازشوں سے سخت پریشانی اور

بے چینی کا زمانہ یقین کیا جاتا تھا اور ہر وقت ان کی طرف سے خوف وخطر مسلمانوں کو لاحق تھا۔امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں تمام جزیرہ عرب کو یہود ونصاریٰ سے پاک کیا گیا اور تمام مخالف عنصر یا حلقہ بگوش اسلام ہوا یا ختم ہو گیا۔اور اسلام کی سلطنت نے بہت بڑی (زیادہ) وسعت اختیار کی ۔سلطنت ایران جیسی بارعب اور پر ہیبت حکومت نے اسلام کی چوکھٹ کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔تقریباً افریقہ، مصر، شام، عراق، خراسان اور باقی تمام قبائلی علاقے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔اور یوں مسلمانوں کا خوف امن کے ساتھ متبدل (تبدیل) ہوا۔اور یہ تمام تر آیت کریمہ وعد الله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم الخ الآية۔ کے حرف بحرف مطابق ہوا۔میرے خیال میں اس آیت کریمہ سے زیادہ احقیت خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے۔یہ غصب خلافت کے بے بنیاد دعوے حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی تصریحات اور آئمہ کرام کی توضیحات اور ان کے طرز عمل کے مقابلے میں کیا وقعت رکھتے ہیں۔

غصب یا رضا

آیئے! اب ہم آپ کو حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا کھلا فیصلہ سنائیں جس کو اہل تشیع کے مجتہد اعظم یعنی صاحب ناسخ التواریخ نے اپنی کتاب ناسخ التواریخ جلد۲ صفحہ ۵۱۹ میں درج کیا ہے۔

اگر ابو بکر و عمر سزاوارنه بودند چگونه بیعت کر دی واطاعت فرمودی واگر لائق بودند من ازشاں فروتر نیستم چناں باش از برائے من که از برائے ایشان بودی۔

فقال علی علیه السلام○اما الفرقة فمعاذ الله ان افتح لها بابا واسهل اليها سبيلا ولكنی انهٰك عما ينهاك الله ورسولهٗ عنه واهديك الٰی رشدك واما عتيق وابن الخطاب فان كان اخذا ماجعلهٗ رسول الله لی فانت اعلم بذٰلك والمسلمون ومالی ولهٰذا الامر وقد تركتهٗ منذحين فاما ان لايكون حقی بل المسلمون فيه شرع فقد اصاب السهم السغرة واما ان يكون حقی دونهم فقد تركت لهم طبت نفسا ونفضت يدی عنه استصلاحا○

یعنی (حضرت امیر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا) کہ اگر ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلافت کے مستحق نہ تھے تو آپ نے ان کی بیعت کس طرح کی اور ان کی فرمانبرداری کیوں کرتے رہے؟ اور اگر مستحق خلافت تھے تو میں ان سے کم نہیں ہوں۔میرے ساتھ آپ اس طرح ہو کر رہیں جیسا کہ ان کے زمانے میں ان کے ساتھ رہے ہیں۔اس کے جواب میں حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ تفرقہ اندازی؟ تو اللہ تعالیٰ مجھے اس بات سے بچائے کہ میں تفرقہ اندازی کا دروازہ کھولوں یا فتنہ کا راستہ آسان کروں۔میں آپ کو صرف اس چیز سے منع کرتا ہوں۔جس چیز سے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور میں آپ کو رشد وہدایت دکھاتا ہوں۔لیکن (باقی رہا) ابوبکر صدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا معاملہ تو اگر انہوں نے اس چیز کو مجھ سے غصب کیا ہوتا

جس کو رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے مختص فرمایا تھا تو آپ اور باقی لوگ اس کو زیادہ جانتے ہوتے اور مجھے اس خلافت کے ساتھ واسطہ ہی کیا ہے حالانکہ میں نے خلافت کے خیال کو ذہن سے نکال دیا ہوا ہے۔ پس خلافت کے متعلق دو ہی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ حضور ﷺ کے بعد خلافت صرف میرا حق نہ تھا۔ بلکہ سارے صحابہ مساوی طور پر اس میں حق دار تھے۔ تو اس صورت میں جس کا حق تھا اس کو مل گئی اور حق بحق دار رسید۔ دوسری یہ صورت تھی کہ خلافت صرف میرا حق تھا اور باقی کسی کا حق نہ تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے اپنی خوشی اور رضا کے ساتھ اور بطیب خاطر ان کو بخش دیا تھا اور صلح صفائی کے ساتھ ان کے حق میں دست بردار ہو گیا تھا۔

لیجئے صاحب!! یہ ہے مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حتمی اور قطعی فیصلہ۔ اب مولا مشکل کشا تو فرمائیں کہ اگر صرف میرا حق تھا تو میں نے صلح وصفائی کے ساتھ اور خوشی اور رضا کے ساتھ امر خلافت ان کو بخش دیا اور ان کی حق میں دست بردار ہو گیا۔ اور آج کل کے ذاکروں کا یہ (ٹوں ٹوں) کہ حیدر کرار شیر خدا سے صحابہ کرام نے خلافت چھین لی، غصب کر لی۔ آپ انصاف سے کہئے کہ کس کو صحیح اور درست مانا جائے۔ ذاکر لوگ اپنی لمبی لمبی اذانوں میں **وصی رسول اللہ و خلیفتہ بلافصل** اور خدا جانے کیا کیا کلمات گا نٹھتے چلے جاتے ہیں۔ کیا اس سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی صاف صاف تکذیب لازم نہیں آتی۔ منبروں پر چڑھ کر شیر خدا کو جھٹلانا، ان کی تکذیب کرنا کس محبت اور تولی کا تقاضا ہے۔ اگر یہی محبت ہے تو دشمنی کس کو کہتے ہیں؟ اگر زحمت نہ ہو تو وصیت کے بارے میں بھی ایک دو روایتیں ملاحظہ فرما لیجئے۔

خلافت علی کی وصیت

روح کون ومکاں حضور اکرم ﷺ نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے متعلق ہرگز ہرگز وصیت نہیں فرمائی۔ اس کے ثبوت کے لئے شیعہ کی معتبر ترین کتاب تلخیص الشافی مطبوعہ نجف اشرف مصنفہ (شیعوں کے) محقق طوسی امام الطائفہ جلد۲ صفحہ۲۷۲۔

وقد روی عن ابی وائل والحکیم عن علی ابن ابی طالب علیہ السلام انہٗ قیل لہٗ الاتوصی؟ قال ما اوصٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاوصی ولٰکن قال ان اراداللہ خیرا فیجمعھم علٰی خیرھم بعد نبیھم ۔ الخ

یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے آخری وقت میں عرض کیا گیا کہ حضور اپنے قائم مقام کے لئے وصیت کیوں نہیں فرماتے؟ جواب میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے (جب) وصیت نہیں (کی) تو میں کیسے وصیت کروں۔ البتہ حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے صحابہ کا اجماع میرے بعد ان میں سب سے اچھے آدمی پر ہو جائے گا۔

اسی طرح ایک اور روایت بھی ملاحظہ ہو (یہی کتاب اسی صفحہ پر)

روٰی صعقبة بن صوحان ان ابن ملجم لعنہ اللہ لما ضرب علیا علیہ السلام دخلنا علیہ

فقلنا یا امیر المومنین استخلف علینا قال لا فانا دخلنا علیٰ رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم حین ثقل فقلنا یا رسول اللہ استخلف علینا فقال الا انی اخاف ان تتفرقوا کما تفرقت بنوا اسرائیل عن ھارون ولکن ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا اختار کمo

یعنی صعقبہ بن صوخان روایت کرتے ہیں کہ جب ابن ملجم ملعون نے حضرت علی علیہ السلام کو زخمی کیا تو ہم حضرت شیر خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کا مرض جب زیادہ ہوگیا تو ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ہمارے لئے کوئی اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں خلیفہ مقرر کروں تو تم اختلاف کروگے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے ہارون کے متعلق اختلاف کیا تھا لیکن یہ یقین رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں بہتری دیکھی تو تمہارے لئے خود ہی بہتر خلیفہ مقرر کردے گا۔

ایک اور روایت بھی سن لیں۔ صفحہ ۱۷۱ (یہی کتاب)

وفی الخبر المروی عن امیر المومنین علیہ السلام لما قیل لہ الاتوصی؟ فقال ما اوصیٰ؟ فقال ما اوصیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اذا ارادللہ بالناس خیرا استجمعھم علیٰ خیر کما جمعھم بعد نبیھم علیٰ خیر ھمo (وکذافی الشافی ص ۱۷۱)

یعنی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی گئی کہ حضور آپ وصیت کیوں نہیں فرماتے؟ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے وصیت نہیں فرمائی تھی تو میں کیسے وصیت کروں لیکن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے گا تو ان کو ان میں سے جو اچھا اس پر اتفاق بخشے گا۔ جیسا کہ نبی کریم کے بعد لوگوں میں سے جو اچھا تھا۔ اسی پر اجماع اور اتفاق بخشا تھا۔

یہی روایات شیعوں کے علم الہدیٰ نے اپنی کتاب شافی مطبوعہ نجف اشرف ص ۱۷۱ میں لکھی۔ اسی طرح ایک اور روایت بھی مطالعہ کیجئے! اسی صفحہ ۱۷۱ پر ہے۔

والمروی عن العباس انہٗ خاطب امیر المومنین فی مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یسال عن القائم بالامر بعدہٗ وانہٗ امتنع من ذٰلک خوفا ان یصرفہٗ عن اھل بیتہٖ فلایعود الیھم بداo

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی مرض کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ حضور سے پوچھ لیں کہ حضور ﷺ کے بعد کون امیر المومنین ہوگا تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس خوف سے نہ پوچھا کہ حضور ﷺ اپنی اہل بیت سے امیر المومنین نہ بنائیں گے (اور اس تصریح کی وجہ سے) پھر کبھی اہل بیت میں خلافت آ بھی نہ سکے گی۔

حضرت علی کا جواب

ملاحظہ فرمالیا آپ نے! یہ ہیں وصیت اور خلافت بلافصل کے متعلق نصوص قطعیہ جن کی تکذیب کو نہ ختم ہونے

والی اذانوں میں بیان کیا جاتا ہے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور فرمان بھی پڑھ لیجئے جو نہج البلاغۃ خطبہ ۵ میں درج ہے۔ جس میں درج ہے کہ حضرت عباس اور ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خدمت میں حضور اکرم ﷺ کی وفات کے دن حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ کے ساتھ ہم خلافت کی بیعت کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں مولا علی نے فرمایا:

ایها الناس شقوا امواج الفتن بسفن النجاة وعرجوا عن طريق المنافرة وصنعوا تيجان المفاخرة افلح من نهض بجناح اواستسلم فاراح (الاستخلاف) ماء آجن ولقم يغص بها اكلها ومجتنى الثمرة بغير وقت ايناء ها وكالزارع بغير ارضه فان اقل يقولوا حرص على الملك وان اسكت يقولوا جزع من الموت هيهات بعد اللتيا والتى والله لا بن ابى طالب أنس بالموت من الطفل لثدى امهo

لوگو! تم فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں کے ذریعے طے کرو اور منافرت ومخالفت کے طریقے چھوڑ دو۔ تکبر کے تاجوں کو پھینک دو۔ جو شخص بال و پر کے ساتھ بلند ہوا۔ وہ فلاح پا چکا، یا جس نے اطاعت کر لی، اس نے امن وامان حاصل کرلیا۔ مجھے خلیفہ بنانے کی پیشکش ایک مکدر پانی کی طرح ہے یا ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلے میں پھنس جائے میرے خلیفہ بننے کا سوال ایسا ہے جیسے کوئی کچے پھل کو قبل از وقت توڑ لے یا جیسے کوئی دوسرے کی زمین میں کھیتی باڑی کرنے لگے۔ پس اگر میں تمہارے کہنے کے مطابق خلافت کا دعویٰ کر دوں تو فتنہ باز لوگ کہیں گے کہ اس نے ملک کے لئے لالچ کیا ہے اور اگر چپ رہوں۔ تو یہی لوگ کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا۔ حالانکہ موت کا خوف وغیرہ میری شان سے کس قدر بعید ہے۔ اللہ کی قسم علی ابن ابی طالب موت کو اپنی ماں کے دودھ کی طرف رغبت کرنے والے بچے سے بھی زیادہ پسند کرتا ہے۔

اس روایت نے بیعت میں توقف کرنے کا تخمینہ بھی اڑا دیا۔ اس خطبے کو خلط ملط کرنے کے لئے شیعوں کے مجتہد اعظم نے انتہائی کوشش کی ہے مگر شیر خدا کا یہ واضح ارشاد نہیں چھپ سکا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت حضور ﷺ کے بعد قبل از وقت کچے پھل توڑنے والے شخص کے مشابہ اور کسی دوسرے شخص کی زمین میں کھیتی باڑی شروع کر دینے والے کی مثل صرف اسی صورت میں ہی مقصود ہو سکتی ہے کہ ابھی ان کی خلافت کا زمانہ نہیں آیا۔ اور ابھی وہ خلافت کے حق دار نہیں ہوئے اور ڈر کی وجہ سے بھی بیعت کرنا واضح ہو گیا۔ کہ شیر خدا قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ میں موت سے نہیں ڈر سکتا۔ خدا کے شیر کی شان میں ایک اور خطبہ اسی نہج البلاغۃ کا ملاحظہ فرماویں۔

اترانى اكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم والله لانا اول من صدقهٔ فلا اكون اول من كذب عليه فنظرت فى امرى فاذا اطاعتى قد سبقت بيعتى واذا الميثاق فى عنقى لغيرىo

یعنی تم میرے متعلق یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولوں۔ خدا کی قسم سب سے پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی تھی۔ تو سب سے پہلے حضور ﷺ کو جھٹلانے والا میں نہیں ہو سکتا۔ میں نے

اپنی خلافت کے بارے میں خوب سوچ سمجھ لیا ہے، پس میرے لئے اطاعت کرنا اس بات پر سبقت لے چکا ہے کہ میں لوگوں کو بیعت کرنا شروع کردوں۔ جبکہ حضور ﷺ کا وعدہ دوسروں کی اطاعت کا میرے ذمہ لگ چکا ہے۔

بیعت صدیق کا وعدہ

اسی خطبہ کی شرح میں اہل تشیع کے علامہ ابن میثم صفحہ ۵۸ اپر رقمطراز ہیں۔

فنظرت فاذا طاعتی قدسبقت بیعتی ای طاعتی لرسول اللہ فی ما امرنی بہٖ من ترک القتال قد سبقت بیعتی للقوم فلاسبیل الٰی الامتناع منھا و قولہٗ اذا المیثاق فی عنقی لغیری ای میثاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعھدہٗ الی بعدم المشاقۃ وقیل المیثاق مالزمہٗ من بیعۃ ابی بکر بعد ایقاعھا ای فمیثاق القوم قد لزمنی فلم یمکنی المخالفۃ بعدہٗ o

جس بارہ میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے امر فرمایا تھا کہ میں حضور ﷺ کے صحابہ کی مخالفت نہ کروں۔ مجھے حضور ﷺ کی اطاعت، اس قوم کے ساتھ بیعت کرنے سے پہلے ہی سے واجب ہو چکی تھی۔ تو مجھے ان کے ساتھ بیعت نہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اور حضرت علی کا یہ فرمانا کہ میرے ذمہ دوسروں کی اطاعت کا وعدہ پہلے ہی سے لگ چکا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور ﷺ نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں حضور ﷺ کے عہد کی مخالفت نہ کروں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیعت کرنے کا وعدہ رسول اللہ ﷺ نے لیا تھا تو اس لازم شدہ وعدہ کے بعد تو میرے لئے ممکن نہ تھا کہ میں ان کی مخالفت کروں۔

اب یہ کہنا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے صرف ہاتھ سے بیعت کی تھی۔ دل سے نہیں کی۔ کس قدر لغو اور بے معنی تاویل ہے کیونکہ اس کا تو یہی معنی ہوگا کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور وعدہ کا ایفاء (معاذ اللہ) دل سے نہیں کیا تو اس سے زیادہ بھی کوئی کفر ہو سکتا ہے؟ کہ شیر خدا کے متعلق اس قسم کے اتہامات گھڑے جاویں اور یہ کہنا کہ شیر خدا نے ڈر کر بیعت کی تھی۔ کس قدر بیہودہ گوئی ہے۔ شیر خدا قسم اٹھا کر کہیں کہ میں نہیں ڈر سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے **ولا تخافوھم وخافون ان کنتم مومنین o** (القرآن) یعنی اگر تم مومن ہو تو اللہ کے بغیر کسی سے نہ ڈرو۔ اور حضرت علی فرماویں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان وحکم اور وعدہ کے تحت ان کی اطاعت اور ان کے ساتھ بیعت کررہا ہوں۔ اور اس کے مقابل میں اس قسم کے ٹوٹکے اور تخمینے شیر خدا کی شیری اور دلیری کو چھپانے کی غرض سے پیش کیے جاویں۔ تو میں حیران ہوں کہ باوجود اس کے دعویٰ محبت وتولی کس نظریہ کے تحت ہے؟ اگر تھوڑی دیر کیلئے ہم تسلیم بھی کرلیں کہ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف ہاتھ سے بیعت کی تھی اور دل سے نہیں کی تھی تو اس کا جواب بھی حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی کلام فیض انجام سے سن لیں۔ دیکھئے نہج البلاغۃ خطبہ ۱۰ وناسخ التواریخ جلد ۳ کتاب ۲ صفحہ ۳۳، ۴۸۔

یزعم انہ قد بایع بیدہٖ ولم یبایع بقلبہٖ فقد اقر بالبیعۃ وادعی الولجۃ فلیات علیھا بامر

یعرف والا فلید خل فی ماخرج منہ الخ۔

یعنی زبیر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے میرے ساتھ دل سے بیعت نہیں کی تو یقیناً بیعت کا تو اقرار کیا اور بیعت کرنے والوں کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ پس چاہئے کہ اس پر کوئی ایسی بات پیش کرے جس سے پہچانا جا سکے۔ الخ

سن لیا حضرات! صرف ہاتھ سے بیعت کرنے کی حقیقت۔ اگر شیر خدا کے نزدیک ہاتھ سے بیعت کرنا اور دل سے نہ کرنا بیعت کے حکم میں نہ ہوتا تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "وادعی الولیجہ" کیوں فرماتے؟ اور اقر بالبیعت کا حکم کیوں لگاتے؟ (یعنی بیعت کنندگان کے زمرہ میں داخل ہونے کا اس نے دعویٰ کر لیا اور بیعت کرنے کا اقرار کر لیا)۔

خلفاء ثلاثہ بزبان حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کتاب معانی الاخبار صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ ایران مصنفہ ابن بابویہ قمی کا بھی مطالعہ فرمائیں کیونکہ یہ کتاب بھی مزہب اہل تشیع میں ان کی مایہ ناز ہے اور ان کے نزدیک بے حد معتبر ہے۔

عن الحسن ابن علی (رضی اللہ عنہما) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفواد۔

(و کذا فی تفسیر الامام الحسن العسکری)

یعنی امام عالی مقام سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابو بکر بمنزلہ میرے سمع مبارک کے ہے (ابو بکر میرے کان ہیں) عمر بمنزلہ میری آنکھ مقدس کے ہے (عمر میری آنکھ ہے) اور عثمان بمنزلہ میرے دل منور کے ہے (عثمان میرا دل ہے) (اسی طرح امام حسین عسکری کی اپنی تفسیر میں ہے)۔

اب امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرمانے والے ہوں اور پیغمبر خدا علیہ السلام ان مقدس اور منور ہستیوں کو اپنے سمع مبارک، بصر مقدس اور دل منور کی منزلت بخشیں تو ان مقدس ہستیوں کی شانِ اقدس میں سب و شتم براہ راست رسول خدا کی شان اقدس میں سب و شتم نہیں؟ اور ان کا ادب و احترام اور ان کی محبت براہ راست رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب و احترام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں؟ کچھ تو سوچو۔

واقعہ ہجرت

چونکہ اہل تشیع ائمہ طاہرین کی اس قسم کی تصریحات کو دیکھ کر ہمیشہ سرے سے انکار کے عادی ہیں اور پھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ ائمہ طاہرین سے یہ روایت ثابت نہیں۔ اس لئے امام عالی مقام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور روایت بطور نمونہ لفظ بلفظ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کتاب بھی امام صاحب کی اپنی تفسیر چھپی ہوئی بھی ایران کی۔

یعنی تفسیر حسن عسکری مطبوعہ ایران صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵۔

ھذا وصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل اصحابہٖ وامتہٖ حین صار الی الغار ان اللہ تعالیٰ اوحی الیہ یا محمد ان العلی الاعلیٰ یقرئك السلام ویقول لك ان اباجھل

والملا من قریش دبراو علیک یریدون قتلک وامر ان تبیت علیا وقال لک منزلتہ منزلۃ
اسحاق الذبیح ابن ابراھیم الخلیل یجعل نفسہٗ لنفسک فداء وروحہٗ بروحک وقاء
وامرک ان تستصحب ابابکر فانہٗ ان آنکس وسعدک و آزرک وثبت علٰی ما یتعھدک
یعاقدک کان فی الجنۃ من رفقائک وفی غرفاتھا من خلصائک فقال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لعلی ارضیت ان اطلب فلا اوجد وتطلب فتوجد فلعلہٗ ان یبادر الیک
الجھال فیقتلوک قال بلٰی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضیت ان یکون روحی
لروٰحک وقاء ونفسی لنفسک فداء بل رضیت ان یکون روحی ونفسی فداء لک او
قریب (لقریب) منک (او) لبعض الحیوانات تمتحنھا وھل احب الحیٰوۃ الا لتصرف
بین امرک ونھیک ونصرۃ اصفیاء ک ومجاھدۃ اعدائک ولولا ذٰلک لما احب ان اعیش
فی الدنیا ساعۃ واحدۃ فقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راسہٗ فقال لہٗ یا ابا الحسن
قد قرا علی کلامک ھٰذا الموکلون باللوح المحفوظ وقرووا علی ما اعداللہ لک من
ثوابہٖ فی دار القرار مالم یسمع بمثل (بمثلہٖ) السامعون ولا رای مثلہٗ الراوون ولا
خطر ببال المفکرین ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر ارضیت ان
تکون معی یا ابابکر تطلب کما اطلب وتعرف بانک انت الذی تحملنی علٰی ما ادعیہ
فتحمل عنی انواع العذاب قال ابوبکر یا رسول اللہ اما انا لوعشت عمر الدنیا اعذب فی
جمیعھا اشد عذابا لا ینزل علی موت صریح ولا فرح میخ (مریح) وکان ذٰلک فی محبتک
لکان ذٰلک احب الی من ان اتنعم فیھا وانا مالک لجمیع ممالیک ملوکھا فی مخالفتک وھل
انا ومالی لی وولدی الا فداء ک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاجرم ان اللہ اطلع
علٰی قلبک ووجد موافقا لما جرٰی علٰی لسانک جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس
من الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن کعلی الذی ھو منی کذٰلک الخ۔

یعنی جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے موقع پر غار کی طرف تشریف فرما ہوئے تو آپ نے صحابہ اور اپنی امت کو یہ وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف جبریل علیہ السلام کو بھیج کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر (صلوٰۃ) سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور کفار قریش نے آپ کے خلاف منصوبہ تیار کر لیا ہے اور آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ علی المرتضیٰ کو اپنے بستر مبارک پر شب باشی کا حکم دیں اور فرمایا ہے کہ ان کا مرتبہ آپ کے نزدیک ایسا ہے جیسا کہ اسحاق ذبیح کا مرتبہ تھا (حالانکہ ذبیح اسماعیل ہیں مگر اہل کتاب اسحاق کو ذبیح کہتے ہیں) حضرت علی اپنی زندگی اور روح کو تیری ذات اقدس پر فدا اور قربان کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ (ہجرت میں) ابوبکر صدیق کو اپنا ساتھی مقرر فرما دیں کیونکہ اگر وہ حضور کی اعانت اور رفاقت اختیار کر لیں۔ اور حضور کے عہد و

پیمان پر پختہ کار رہو کر ساتھ دیں تو آپ کے رفقاء جنت میں سے ہوں گے۔ اور جنت کی نعمتوں میں آپ کے مخلصین میں سے ہوں گے۔ پس حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی کو فرمایا کہ اے علی! آپ اس بات پر راضی ہیں کہ میں طلب کیا جاؤں تو (دشمن کو) نہ مل سکوں اور تم طلب کئے جاؤ تو مل جاؤ اور شاید جلدی میں تیری طرف پہنچ کر بے خبر لوگ تجھے (شب میں) قتل کر دیں۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا کہ میں راضی ہوں یارسول اللہ کہ میری روح حضور ﷺ کے روح مقدس کا بچاؤ ہو اور میری زندگی حضور کی زندگی اقدس پر فدا ہو۔ بلکہ میں اس بات پر بھی راضی ہوں کہ میری روح اور میری زندگی حضور ﷺ پر اور حضور ﷺ کے بعض حیوانات پر قربان اور فدا ہو۔ حضور ﷺ میرا امتحان لے لیں۔ میں زندگی کو اس لئے پسند کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کے دین کی تبلیغ کروں اور حضور ﷺ کے دوستوں کی حمایت کروں اور حضور ﷺ کے دشمنوں کے خلاف جنگ کروں۔ اگر یہ نیت نہ ہوتی تو میں دنیا میں ایک ساعت بھی زندگی پسند نہ کرتا۔ پس حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت علی کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ اے ابوالحسن تیری یہی تقریر مجھے لوح محفوظ کے موکلین ملائکہ نے لوح محفوظ سے پڑھ کر سنائی ہے اور جو تیری اس تقریر کا ثواب اور بدلہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں تیرے لئے تیار فرمایا ہے وہ بھی پڑھ کر سنایا ہے وہ ثواب جس کی مثل نہ سننے والوں نے سنی ہے نہ دیکھنے والوں نے دیکھی ہے نہ ہی عقلمند انسانوں کے دماغ میں آسکتی ہے پھر حضور نے ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ اے ابوبکر تو میرے ہمراہ چلنے کیلئے تیار ہے؟ تو بھی اسی طرح تلاش اور طلب کیا جاوے جیسا میں اور تیرے متعلق دشمنوں کو یہ یقین ہو جاوے کہ تو ہی نے مجھے ہجرت کرنے اور دشمنوں کے مکر اور فریب سے بچ کر نکلنے پر آمادہ کیا ہے تو تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر میں قیامت تک زندہ رہوں اور اس زندگی میں سخت ترین عذاب ودکھ اور مصائب میں مبتلا رہوں جس مصیبت والم سے نہ مجھے بچانے کے لئے آسکے اور نہ کوئی دوسرا سبب آرام دے سکے اور یہ سب کچھ حضور ﷺ کی محبت میں ہو تو مجھے بطیب خاطر منظور ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ اتنی لمبی زندگی ہو اور دنیا کے بادشاہوں کا بادشاہ بن کر رہوں اور تمام نعمتیں اور آسائشیں حاصل ہوں۔ لیکن حضور ﷺ کی معیت سے محرومی ہو اور میں اور میرا مال اور میری اولاد حضور ﷺ پر فدا اور قربان ہے پس حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہے اور جو کچھ تو نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیری کیفیت اور وجدان کے مطابق پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بمنزلہ میرے گوش مبارک اور بمنزلہ میری آنکھوں کے کیا ہے اور جو نسبت سر کو جسم سے ہے اللہ تعالیٰ نے تجھے اس طرح بنایا ہے اور جس طرح روح کی نسبت بدن سے ہے۔ میرے لئے تو اسی طرح ہے جیسا کہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے نزدیک ہیں۔

تحریف کا نادر نمونہ

اگر چہ اس روایت میں فضیلت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روز روشن سے بھی زیادہ روشن اور واضح و ثابت ہے مگر اہل تشیع نے تصرف اور تحریف فی الروایات کی عادت یہاں بھی نہیں چھوڑی۔

اول:۔ یہ کہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے جب فرمایا گیا تو حرف شرط کے ساتھ یعنی اگر وہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعانت ومساعدت پر کمربستہ ہو جائیں تو وہ دنیا اور آخرت میں حضور ﷺ کے رفیق ہیں۔ یہاں جب اللہ تعالیٰ بھی دلی کیفیات اور حالات پر مطلع ہے اور آپ (حضرت صدیق) نے جب علم الٰہی وہی کچھ عرض کی۔ جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک بمنزلہ سمع مبارک وچشم مبارک اور روح مقدس ثابت ہوئے تو پھر شرطیہ جملہ صاف تحریف وتصرف فی الروایت پر دلالت کررہا ہے۔ جو قلبی وغش پر مبنی ہے۔

دوسرا:۔ روایت کے آخر میں یہ جملے کہ "**وعلی فوق ذٰلك لزیادة فضائلہٖ و شرف خصالہٖ**" یعنی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ان کے فضائل اور شرف خصال زیادہ ہیں۔

ارے سمع وبصر وراس وروح نبوت پناہ پر کون سی زیادتی متصور ہے۔

بہر صورت اہل تشیع کی معتبر ترین کتب بھی خلفائے راشدین کے فضائل وعلو مرتبت کو اپنے اوراق میں جگہ دینے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ **والحسن ماشھدت به الاعداء** (جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے) ائمہ طاہرین کے ارشادات کو ہر حیلے سے ردوبدل کرنے اور توڑ موڑ تصرفات کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ مگر خلفائے راشدین کی شان کو آنچ نہ آئی۔

فضیلت والا کون

اگرچہ اہل ایمان اور اہل عقل ودرایت کے لئے اس روایت سے زیادہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور آپ کا فضل اور کیا متصور ہے مگر مومنین کے دل کو خوش کرنے کے لئے بطور نمونہ ایک دو روایتیں اور بھی خلفائے راشدین سابقین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فضیلت کے بارے میں اہل تشیع حضرات کی معتبر کتابوں سے پیش کرتا ہوں۔ اہل تشیع کی معتبر کتابوں میں حضرت سلمان فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: **سلمان منا اھل البیت** یعنی سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔

نمونہ کے طور پر کتاب کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران صفحہ ۱۱۶۔

وانت لو فکرت لعلمت انهٗ یکفیه نسبا قولهٗ صلی الله علیه وسلم سلمان منا اھل بیت o

یعنی تو اگر فکر وہوش سے کام لے تو یقیناً جان لے گا اور دیکھ لے گا۔ کہ سلمان فارسی کے لئے یہی نسب نامہ کافی ہے جو حضور کا ارشاد گرامی ہے کہ سلمان ہم میں سے ہے اور اہل بیت میں سے ہے۔

اب ہم اہل نظر وفکر کی خدمت میں فروع کافی جلد ۲ کی عبارت پیش کرتے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرق مرتبہ کے متعلق وارد ہے۔

ثم من قد علمتم بعدهٗ فی فضله وزهده سلمان وابو ذر رضی الله عنهما الخ

یعنی پھر وہ شخص جس کے متعلق تمہیں علم ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد جن کا مرتبہ فضل وزہد میں ہے تو وہ سلمان فارسی اور ابوذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں۔

اب جن کا مرتبہ فضل وزہد میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ہے۔ وہ اہل بیت ہوں اور اول مرتبے والی ہستی کہ جن کو بمنزلہ السمع والبصر والروح بھی فرمایا گیا ہو۔ وہ اہل بیت میں نہ ہو تو یہ کس قدر ہٹ دھرمی اور بے انصافی پر

مشتمل ایک غلط نظریہ ہے۔ وانت لوفکرت وتدبرت ذلك لعلمت فضل ابى بكر وزهده على جميع الصحابة ويكفيه فضلا وكمالا ومرتبة قوله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم لا بى بكر رضى الله عنه انت معنى بمنزلة السمع والبصر والروح وقد مربيانه ببيانی۔

عمر، داماد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

خلیفہ ثانی سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رشتہ دینا اور ان کو شرف دامادی بخشنا کوئی کم مرتبہ پر دلیل نہیں۔ اعتبار کریں۔ ورنہ کتاب فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۱ کی یہ عبارت بروایت امام ابوعبداللہ جعفر الصادق رضی اللہ عنہ پڑھیں۔

عن ابی عبدالله عليه السلام قال سئالتهٔ عن المراة المتوفى عنها زوجها تعتد فی بيتها اوحيث شاء ت قال حيث شاء ت ان عليا صلوت الله عليه لما توفى عمراتى ام كلثوم فانطلق بها الى بيتهٖ ٥

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو وہ اپنے گھر (خاوند کے گھر) عدت بیٹھے یا جہاں مناسب خیال کرے وہاں بیٹھے۔ امام عالی مقام نے جواب دیا کہ جہاں چاہے بیٹھے۔ کیونکہ جب عمر (رضی اللہ عنہ) فوت ہوئے تو حضرت علی علیہ السلام اپنی بچی کو ان کے گھر سے اپنے گھر لے گئے۔

علیٰ ہذاالقیاس کتاب ''طراز المذہب مظفری'' مصنفہ میرزا عباس قلی خاں وزیر مجلس شوریٰ کبریٰ سلطنۃ ایران جلد اول صفحہ ۴۷ تا صفحہ ۶۷ پر اس نکاح کے متعلق تمام علماء شیعہ کا اتفاق اور ان کے متعلق تصریحات ملاحظہ فرماویں۔ یہ کتاب شاہ ایران مظفر الدین قاچار کی زیر سرپرستی لکھی گئی ہے۔ ۱۲

اس نکاح کا ثبوت تقریباً اہل تشیع کی ہر کتاب میں موجود ہے۔ مگر جن الفاظ کے ساتھ اہل بیت کرام کی عقیدت کا دم بھرنے والوں نے اس نکاح کا اقرار کیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کوئی ذلیل سے ذلیل انسان بھی اپنے متعلق ان الفاظ کو برداشت نہیں کرسکتا۔ جن الفاظ کو اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان مدعیان تولی نے استعمال کیا ہے۔ کوئی شخص ان الفاظ کو دیکھ کر یہ بات تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اس قسم کے الفاظ بدترین دشمن ہی منہ سے نکال سکتا ہے۔

میں حیران ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرنے والا اسی دنیا میں غرق کیوں نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا میں یہ جرأت نہیں کرتا اور اپنی عاقبت تباہ نہیں کرتا کہ وہ الفاظ لکھوں۔ اہل تشیع کی ام الکتب یعنی فروع کافی جلد ۲ صفحہ صفحہ ۱۴۱ سطر ۷ مطبوعہ لکھنؤ کسی بڑے مدعی تولے ومعتقد اہل بیت سے سنئے۔ نیز ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۳۶۳، ۳۶۴، سطر ۱ ملاحظہ فرماویں اور میری تمام تر معروضات کی تصدیق کریں کہ شان حیدری میں کس قدر بکواس اور سب وشتم شیعان علی نے کئے ہیں کوئی بڑے سے بڑا بدبخت خارجی بھی ان کے حق میں اس قسم کے کلمات لکھنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں یہ بکواس صرف اس لئے کئے ہیں کہ آپ نے سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رشتہ کیوں دیا ہے اور بس۔ کاش میرے بھولے بھالے برادران وطن شیعہ مذہب کی حقیقت سے واقف ہوتے۔

نیاز مندانہ مشورہ

اے سادات عظام خدا کے واسطے کچھ سوچو اور ضرور سوچو۔ جس مذہب کی اس قدر معتبر کتاب میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں اس قسم کے بکواس ہوں جو آپ کسی ذلیل سے ذلیل نوکر کو نہیں کہہ سکتے اس مذہب سے آپ نے کیا پھل پانا ہے؟ خدارا اپنی عاقبت تباہ نہ کرو۔

آیئے ہم اہل سنت آپ کے بردے اور آپ کے گھرانے کے حلقے بگوش ہیں ہم سے اپنے خانوادہ کی عزت وناموس کے متعلق صحیح روایات سنئے اور خانوادہ نبوت کی شان کو ملاحظہ فرمایئے۔ یہی روایت جس کے لکھنے سے میرا دل لرز گیا۔ میرے ہاتھ سے قلم گر پڑا اور اللہ کی قسم میں لکھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اہل تشیع نے اپنی معتبر کتاب ناسخ التواریخ جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۶۳ سطر نمبر ۲۹ پر بڑے شدومد کے ساتھ اور ثبوت نکاح میں یہ تمام صفحہ اور ص ۳۶۴ علیٰ ہذا القیاس صفحہ ۴۳۳ بھی ملاحظہ فرمایئے اس کے بعد اور نہیں تو یہ ہی شیعان علی کو پڑھ کر سنا دیجئے کہ ع

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

مگر درحقیقت دوست نما دشمن کے بغیر اہل تشیع کے مذہب کی بناء اور کوئی نہیں رکھ سکتا۔ مذکورہ بالا عبارات کو پڑھ کر یقیناً اہل انصاف میری تصدیق کریں گے۔ ممکن ہے بھولے بھالے برادران وطن کہیں کہ جو لوگ سال بہ سال امام عالی مقام زندہ جاوید کا ماتم کرتے ہیں اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر خون خون کر دیتے ہیں۔ یہ کیسے کسی دشمن کی تقلید میں مذہب تشیع اختیار کر سکتے ہیں یا جس نے یہ مذہب گھڑا ہے وہ کیسے دشمن اہل بیت ہو سکتا ہے؟ اس کا فطرتی جواب (پہلا جواب) صرف اتنا ہے کہ اس قسم کی روایات گھڑنے کی سزا یہی ہو سکتی ہے اور جن مقدس ہستیوں کو امام عالی مقام سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف امام الہدیٰ شیخ الاسلام، حبیب مقتدا اور پیشوا فرمادیں۔ جن کے ہاتھ پر بیعت کریں جن کو بطیب خاطر رشتے دیں۔ ان ہستیوں کی شان اقدس میں علانیہ بکواس بکنے کی دنیا میں سزا یہی ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے منہ اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر اڑا دیں۔ ورنہ محبت کے تقاضے پر یہ کاروائی مبنی ہوتی تو اس کی ابتداء حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتی۔ ان کے بعد یازدہ ائمہ (گیارہ امام) اس پر عمل فرماتے مگر یاد رکھو یہ کسی زبردست مجرم خدا کی سزا سے شروع ہوئی ہے۔

اے آل حیدر کرار! آپ اپنے جد امجد کی سنت تلاش فرمادیں اور اپنے تمام طاہرین کی سنت کی پیروی اختیار کریں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی روایات گھڑنا اور ان کو رائج کرنا ایک سیاسی کرتب تھا تا کہ بیوقوف اور کم سمجھ لوگ اس قسم کی غلط روایات کے باوجود ہمیں محب سمجھتے رہیں اور ہم آسانی کے ساتھ اپنا مذہب رائج کرتے رہیں۔ آپ دعویٰ محبت کے کوٹ کے اندر دیکھئے اور اس زہر سے بچئے۔ خیر یہ ایک نیاز مندانہ مشورہ تھا جو موضوع سے نکال لے گیا۔

انتظار کس بات کا

ائمہ طاہرین صادقین معصومین کی روایات سے خود اہل تشیع کی کتابوں میں جب یہ بات مل گئی۔ کہ ائمہ طاہرین نے خلفائے راشدین کو صدیق مانا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کو امام الہدیٰ شیخ الاسلام، مقتداء اور پیشوا تسلیم کیا۔ ان کے حق میں سب بکنے والوں کو قتل کیا۔ سزائیں دیں اپنی مجلس سے نکالا۔ بلکہ خلفائے راشدین کی شان اقدس میں

سب بکنے والوں کو مسلمانوں کی جماعت سے بھی خارج فرمایا اور یہ بھی مسلم ہے کہ ائمہ طاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس اور مقدس دلوں میں غیر خدا کا خوف نہیں آسکتا تھا اور ولا تخافو هم وخافون ان کنتم مؤمنین (اگر تم مومن ہو تو میرے بغیر کسی سے نہ ڈرو) پر ان کا پورا ایمان تھا۔ اور میدان کربلا میں اپنے اس ایمان کا ثبوت عملی طور پر بھی دیا تو وہ تمام ارشادات جو ائمہ طاہرین نے فرمائے اور تمام اخوت و مودت کے جو عملی ثبوت بہم پہنچائے صرف صدق و صفا اور ظاہری باطنی صداقت ہی کی بنا پر فرمائے۔ خلافت خلفائے سابقین کے متعلق جن واضح اور غیر مبہم کلمات طیبات کے ساتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے قطعی فیصلہ ارشاد فرمایا ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں اس کے بعد فتنہ اور فساد پیدا کرنا اور وہ فیصلہ تسلیم نہ کرنا اور خلفائے راشدین کی شان اقدس میں سب وشتم بکنا اور محب علی کہلوانا حضرت علی کو (معاذ اللہ) جھٹلانا اور پھر دعوے تولی (محبت) کرنا ایمان تو کجا خود کسی معقولیت پر بھی مبنی نہیں ہوسکتا۔

حدیث قرطاس

بے خبر اور ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کبھی قرطاس کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضرت اقدس ﷺ نے اپنی ظاہری حیوۃ طیبہ کے آخری خمیس کو اپنے حرم سرا میں اہل بیت کے مردوں سے کہا کہ لکھنے کے لئے کوئی چیز (دوایت، قلم، کاغذ) لاؤ میں تمہارے لئے کچھ وصیت لکھوں تا کہ میرے بعد تم صراط مستقیم پر ثابت قدم رہو۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے مسجد شریف میں جا کر دوات قلم طلب فرمائی تو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمیں قرآن کریم کافی ہے کیا آنحضرت ﷺ ہمیں داغ مفارقت تو نہیں دینا چاہتے؟ اس بات کو سمجھو!!

یہ روایت اہل سنت کی کتابوں میں ہو یا اہل تشیع کی کتابوں میں بہر صورت قرآن کریم کی آیت کریمہ (ولا تخطه بیمینك اذا لارتاب المبطلون) یعنی آپ اپنے ہاتھ مبارک سے کبھی اس کو نہ لکھنا تا کہ گمراہ کرنے والے لوگ شک پیدا نہ کرسکیں۔ (کہ حضور ﷺ خود لکھ سکتے تھے اور قرآن کریم بھی خود لکھا ہے خدا کی طرف سے نہیں) اب یہ نفی ہو یا نہی۔ بہر صورت آنحضرت ﷺ کا اپنے ہاتھ مبارک سے لکھنا ممنوع اور محال ہے اور روایت میں ہے کہ میں لکھوں۔ دوسرا بالفرض تسلیم اس روایت میں خلافت کا ذکر تک نہیں۔ حضرت علی کی خلافت اور وہ بھی بلا فصل اس سے کیسے ثابت ہوگئی۔

تیسرا: اہل بیت کے مردوں میں حضرت علی موجود تھے تو ان کو دوات قلم پیش کرنے کا حکم ہوا۔ جیسا کہ ''ایتونی'' کا صیغہ جمع مذکر اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ فرض کرو کہ حضرت عمر نے حسبنا کتاب الله یعنی ہمیں قرآن کریم کافی ہے۔ فرمایا ہو۔ تو سوال یہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر کے کہنے پر عمل کرنا تھا رسول اللہ ﷺ کے حکم پر؟ پھر حضرت علی نے کس کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے دوات و قلم و کاغذ پیش نہ کیا۔

چوتھا: فرض کریں حضور خلافت ہی لکھتے (جس کا ذکر تک روایت میں نہیں) مگر جب حضور ﷺ پہلے فرما رہے ہیں کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوگا۔ اس کے بعد عمر ہوگا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے دیکھو تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۳۲۰۔ اسی طرح تفسیر قمی اس آیت کریمہ کے تحت قال نبانی العلم الخبیرo (پارہ ۲۸ سورہ تحریم) تفسیر امام حسن عسکری اور باقی تمام اہل تشیع کی معتبر ترین تفاسیر میں حضور اقدس ﷺ سے یہ روایت

ثابت ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم اور فرمان کے خلاف اور اپنے ارشاد کے خلاف کوئی دوسری خلافت لکھنے لگے تھے۔

ہم پہلے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واضح اور غیر مبہم خطبات آپ کو سنا چکے ہیں کہ حضرت علی سے جب رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد خلافت کی بیعت کرنے کے بارے میں کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میری خلافت کا زمانہ نہیں آیا۔ اس وقت میری خلافت کا سوال ایسا ہے جیسے کوئی قبل از وقت کچے میوے توڑے یا کسی دوسرے کی زمین میں کھیتی باڑی شروع کر دے۔ اور یہ کہ میرے ذمہ یہ ہے کہ میں دوسروں کی اطاعت کروں اور یہ کہ بیعت کرنے پر میرے لئے دوسروں کی اطاعت کا عہدو پیمان مقدم ہے میرے لئے ممکن ہی نہیں کہ ابوبکر کی بیعت کی مخالفت کروں۔ پھر ان کا خود بھی بیعت کرنا۔ یہ تمام تر روایات خلافت علی رضی اللہ عنہ کی تحریک کے منافی بلکہ مناقض ہیں۔

خم غدیر

اسی طرح یہ بھی ابلہ فریبی ہے کہ حضرت علی کی خلافت بلافصل کی دلیل میں خم غدیر کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی کے متعلق فرمایا کہ "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" (یعنی جن کا میں دوست ہوں علی بھی ان کے دوست ہیں) ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں مولیٰ بمعنی دوست ہے دیکھو آیت کریمہ "قال اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المومنین" (یعنی اللہ کے محبوب کا دوست اللہ جل شانہ ہے اور جبریل ہیں اور نیک بندے ہیں) "والملائکۃ بعد ذٰلک ظھیر" (اس کے بعد فرشتے حضور ﷺ کے امداد کنندہ ہیں) (القرآن)۔

اب مولیٰ کا معنی حاکم یا امام یا امیر کرنا صراحۃً قرآن کریم کی مخالفت ہے اور تفسیر بالرائے ہے اور کون مسلمان یہ نہیں مانتا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رسول اللہ ﷺ کے دوستوں کے دوست ہیں۔ جن کو اللہ کے رسول ﷺ نے گھر میں ہجرت میں، غار میں، سفر میں، حتیٰ کہ قبر میں اپنا ساتھی اور رفیق منتخب فرمالیا۔ حضرت علی ان کے دوست ہیں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا صاف صاف ارشاد گرامی نہ بھولئے جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں فرماتے ہیں کہ "ھما حبیبای" یعنی وہ میرے دوست ہیں (یہ حوالہ گزر چکا ہے) علیٰ ہذا القیاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل پر غزوہ تبوک کی روایت کو دلیل بنانا سخت ناواقفی اور بے خبری کی دلیل ہے۔ یعنی غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت علی کو ارشاد فرمانا "اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ" یعنی اے علی آپ اس بات پر راضی نہیں کہ جو نسبت ہارون کو موسیٰ سے تھی وہی منزلت آپ کو مجھ سے ہوتی۔ اب اس روایت سے ثابت کرنا کہ حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلافصل فرما رہے ہیں کس قدر بے محل ہے۔ اولاً اس لئے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی عین حیات میں فوت ہو گئے تھے۔ اور حضرت موسیٰ کے خلیفہ نہ بلافصل بنے اور نہ بالفصل۔ دیکھو شیعوں کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب صفحہ ۳۶۸ اور ناسخ التواریخ وغیرہ اور اولڈ ٹسٹامنٹ (بائبل) وغیرہ جہاں صراحۃً موجود ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی عین حیات میں فوت ہوئے اور یہود نے حضرت موسیٰ پر یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے اس کو قتل کیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی برأت نازل فرمائی۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ان کلمات طیبات کے ساتھ ہے۔ فبراہ اللہ مما قالوا وکان عنداللہ

وجیھاo (پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اس اتہام سے بری فرمایا۔ جو کچھ کہ یہود نے ان کے متعلق باندھا تھا اور وہ اللہ کے نزدیک معزز و محترم تھے) اور تفسیر صافی میں جو اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب ہے۔ بحوالہ تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کے مجتہد اعظم کی تصنیف ہے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت تصدیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔

عن علی علیہ السلام ان موسیٰ و ھارون صعدا علی الجبل فمات ھارون فقالت بنو اسرائیل انت قتلتہٗo

یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ایک پہاڑ پر چڑھے۔ پس حضرت ہارون فوت ہو گئے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ اے (حضرت) موسیٰ آپ نے ان کو قتل کیا ہے۔ الخ

حیات القلوب میں یہ واقعہ مفصل موجود ہے تو یہ مشابہت خلافت کے ساتھ قرار دینا کہ جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے خلیفہ تھے ویسے ہی حضرت علی حضور اقدس ﷺ کے خلیفہ تھے۔ انتہا درجہ تعجب انگیز ہے۔ دلیل خلافت بلافصل اس مشابہت کے ذریعے سے لائی گئی۔ مگر اس مشابہت کی وجہ سے مطلقاً خلافت نہ بلافصل اور نہ بالفصل ثابت ہو سکی۔ خدا کا شکر ہے کہ کسی خارجی منحوس کے کانوں تک اہل تشیع کی خلافت بلافصل کے متعلق یہ دلیل نہیں پہنچی۔ ورنہ اہل تشیع حضرات کو لینے کے دینے پڑ جاتے۔

ناطقہ سربگریباں ہے۔۔۔۔۔۔

ہٹ دھرمی کی بھی انتہا ہے۔ جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کے متعلق ائمہ طاہرین کی سند کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کا واضح اور غیر مبہم ارشاد خود اہل تشیع کی معتبر ترین کتابوں سے دکھایا جائے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ ان ابابکر یلی الخلافۃ من بعدیo یعنی میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہیں اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب تفسیر امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور تفسیر صافی وغیرہ کی تصریحات پیش کی جائیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہیں۔ ان کے بعد عمر ہیں اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب نہج البلاغۃ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ان کی خلافت کو تسلیم فرمانا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ ان کے ساتھ مشوروں میں شریک ہونا ثابت کیا جائے اور شیعوں کی معتبر ترین کتاب شافی اور تلخیص الشافی سے ائمہ طاہرین کی روایات کے ساتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہو کہ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) میرے پیارے ہیں امام الہدیٰ پیشوائے وقت ہیں۔ ہدایت کے امام ہیں، شیخ الاسلام ہیں اور مولا علی کا یہ ارشاد خود ائمہ طاہرین کی سند کے ساتھ پیش کیا جائے۔ کہ حضور کی تمام امت سے افضل ابوبکر ہیں اور کتاب کافی سے یہ تصریح پیش کی جاوے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ سب صحابہ سے افضل ہے اور اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب تفسیر حسن عسکری اور معانی الاخبار وغیرہ میں یہ تصریحات موجود ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میری آنکھ کے ہیں اور عمر بمنزلہ میرے گوش مبارک کے ہیں اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہیں۔ تو ان روایات کو دیکھ کر اہل تشیع کو خلافت کا یقین نہیں ہوتا۔ نہ ہی ائمہ طاہرین کی روایات پر ایمان لاتے نظر آتے ہیں۔ اور حضرت ہارون کی مشابہت سے خلافت بلافصل ثابت کرنے کی بڑی دور کی سوجھتی ہے۔ اگر حضرت علی کی خلافت ثابت کرنے کا اس قدر شوق ہے تو پہلے ان کو

سچا بھی مانو۔ان کے ارشادات پر ایمان بھی لاؤ۔اوران کی حدیثوں کو صحیح تسلیم کرو۔ان معصومین کو جھوٹ مکر اور فریب سے پاک اور منزہ یقین کرو تو ہم جانیں کہ اہل تشیع کو ائمہ طاہرین معصومین کے ساتھ دلی الفت اور محبت ہے۔حضرت ہارون کے ساتھ مشابہت ایک وقتی طور پر بہت مناسب ہے جیسے حضرت موسیٰ حضرت ہارون علیہما السلام کو طور سینا پر جاتے وقت اپنے گھر چھوڑ گئے تھے اسی طرح حضور اقدس ﷺ غزوہ تبوک میں تشریف لے جاتے وقت حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو مدینہ شریف کی حفاظت کے لئے افسر مقرر فرما گئے تھے۔

مگر حسب روایت باقر مجلسی کی حیات القلوب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ شریف میں رہنا پسند نہ فرمایا اور حضور ﷺ کے ساتھ جانا اختیار کیا اور شامل سفر باظفر ہوئے۔

مگر سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشابہت حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ حضور کے بعد خلافت کے متعلق موجود ہے یا نہیں۔تو جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ نہ بنے **لک کذلک**۔البتہ ہم اہل السنت والجماعت کے اصول کے مطابق حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ رسول اللہ ﷺ کے چوتھے خلیفہ ہیں۔

اہل تشیع کے دلائل خلافت بلافصل کا نمونہ تو آپ دیکھ چکے جو تصریحات کا انکار، من گھڑت اور غلط توجیہات پر اصرار کا مجموعہ ہیں۔

لطیفہ

ایک دفعہ اہل سنت والجماعت اور اہل تشیع کے مابین مناظرہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔اہل تشیع کے مناظر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کے لئے کہا کہ میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں میں حیران ہو کر دیکھنے لگا کہ یا اللہ تیری کس آیت سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرے گا تو اس نے سورۂ زخرف کی تیسری آیت ''**وانہٗ فی ام الکتٰب لدینا لعلی حکیم**'' ایک خاص انداز میں پڑھی۔کہ علی لوح محفوظ میں حکم لکھے ہوئے ہیں۔بس پھر نعرہ حیدری بولتے ہوئے سٹیج سے کودا اور بھاگا۔مناظر اہل سنت بیچارہ منہ تکتا رہ گیا۔میں نے اندازہ لگایا کہ بے چارے بے خبر اور جاہلوں کو اسی طرح خلافت بلافصل کے دلائل پیش کر کے پھسلایا جاتا ہوگا۔میں اس مناظرہ میں بحیثیت حکم بیٹھا ہوا تھا۔مگر فیصلہ سنانے کا موقعہ ہی نہ ملا۔علماء طبقہ تو شان استدلال اور طرز قلابازی دیکھ کر دم بخود ہو کر رہ گیا۔اب وہاں کون تھا۔جس کو جواب دیا جاتا۔اور اس دلیل کے متعلق نظر اور فکر کا تجزیہ کیا جاتا۔

برادران وطن! سورۂ زخرف جس سے اس سخت جاہل نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔اس کی آیات تلاوت فرماویں۔**حٰمٓ۔ والکتاب المبین۔ انا جعلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون**ؕ **وانہٗ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم** ؕ اس کا ترجمہ خود اہل تشیع کے مقبول ترین مترجم مقبول احمد دہلوی کی تحریر سے دیکھئے۔''قسم ہے واضح کتاب کی بیشک ہم نے اس کو عربی قرآن مقرر کیا۔تاکہ تم سمجھو اور بیشک وہ ہمارے پاس ام الکتاب میں ضرور عالیشان اور حکمت والا ہے'' تو شروع سے لے کر آخر تک قرآن حکم کی تعریف ہے۔

مگر اس سے حضرت علی مراد لینے اور پھر اپنے ذہن سے خلافت نکال کر اس کے ساتھ جوڑنے اور جب خلافت کا حلقہ جڑ

گیا تو پھر بلافصل کا لفظ جوڑنے میں کیا تکلیف ہوسکتی ہے؟ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ حضرت علی کی خلافت اور وہ بھی بلافصل ثابت ہوگئی۔ (نعرۂ حیدری یاعلی)۔

یہ استدلال اور طرز استدلال!

بھلا اس کے مقابل میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اور واضح ارشاد کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر اور پھر عمر ہوں گے یا حضرت علی کا ابوبکر و عمر کو امام الہدیٰ ومقتدائے امت فرمانا بھی کوئی دلیل خلافت ہوسکتی ہے؟ **فما لهٰؤلآء القوم لا يكادون يفقهون حديثا** ؎ (ان جاہلوں کو کیا ہوا بات سمجھتے ہی نہیں) امام حسن عسکری کی تفسیر، تفسیر قمی اور تفسیر صافی جیسی اہل تشیع کی معتبر کتابیں جن میں محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف صاف ارشاد کہ میرے بعد خلفاء ابوبکر ان کے بعد عمر (رضی اللہ تعالی عنہما) ہوں گے اور یہ کہ مجھے اللہ تعالی نے فرمایا ہے تسلیم نہ کرنا تعجب انگیز دعوے تولی (محبت) ہے۔

خداوندی تعالی کے فرمان اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف صاف ارشاد اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ اور تمام ائمہ معصومین کی واضح غیر مبہم تصریحات کے بالمقابل اہل تشیع من گھڑت تخمینے اور خلافت بلافصل کے ٹوٹل (ٹوٹکے) لگائیں اور اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام ائمہ معصومین کو جھٹلائیں اور ان کے ہر قول وفعل کو جو ان کے من گھڑت مذہب کے مخالف ہو اس کو تقیہ اور فریب کاری پر محمول کریں اور پھر محب بھی رہیں۔ **سبحان اللہ**!

کیا کہنے اس سوچ کے

اہل تشیع نے اپنے خود ساختہ مذہب کو محفوظ رکھنے کے لئے سوچا خوب ہے کہ جو حدیث اور روایت اس کے مخالف ہوگی۔ خواہ خود اہل تشیع ہی کے مصنفین نے اس کو ائمہ معصومین سے سنا اور ان کی اپنی کتابوں میں اس کو لکھا ہوا اور بانیان مذہب شیعہ نے کسی ایسی کڑی کو اپنے مذہب کے ساتھ منسلک کرنا ضروری خیال کیا ہو جو اس روایت وحدیث کے مخالف ہو تو پھر یہی تقیہ کام میں لایا جاسکے کہ ائمہ معصومین نے ہماری اس خود ساختہ پرداختہ کڑی کے خلاف جو فرمایا ہے اگرچہ وہ روایتیں ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔ مگر بطور تقیہ ہیں۔ پس جتنی حدیثیں اور روایات اس مذہب کے خلاف کوئی پیش کرتا چلا جائے گا۔ اہل تشیع میاں مٹھو کی طرح ایک لفظ ''تقیہ'' بولتے چلے جائیں گے تو گویا تمام احادیث وروایات پیش کرنے والے کے بالمقابل اہل تشیع کا ایک طوطا جس کو صرف ''تقیہ'' کا لفظ زبان پر چڑھا دیا گیا ہو بطور مناظر پیش کرسکتے ہیں۔ یہ تقیہ امور عامہ سے بھی عام مانا گیا ہے۔ اب اس کے بعد جو چاہیں ائمہ صادقین کی طرف منسوب مذہب کو وسعت دیتے چلے جائیں مگر اتنا تو فرمائیں کہ جب ائمہ صادقین اپنے شیعوں کو ہمیشہ کوئی سچی بات بتانا کفر اور بے دینی (معاذ اللہ) یقین فرماتے تھے جیسا کہ مفصل بیان ہوچکا ہے اور تقیہ کو ایک لمحہ لے لئے بھی ترک فرمانا جائز نہ سمجھتے تھے۔ جیسا کہ مفصل بیان ہوچکا ہے تو پھر یہ تقیہ کے متعلق روایت بھی انہی ائمہ دین کی طرف منسوب ہیں تو پھر ان پر بھی ایمان لانے سے پہلے مسئلہ تقیہ کو ذہن سے خارج نہیں کرنا چاہئے۔ یا پھر تسلسل فی التقیہ پر ایمان رکھنا چاہئے کم ازکم اپنے مذہب کو بچانے کے لئے اتنا تو کہتے کہ ائمہ معصومین سے جو روایتیں اپنے شیعوں کے سامنے بیان کی ہیں وہ سچی تھیں اور ناصبیوں یعنی اہل سنت والجماعت کے سامنے تقیہ اختیار فرماتے تھے مگر اس صورت

میں بھی مذہب تشیع کی بنیاد کھلی معلوم ہوتی ہے کیونکہ جتنے حوالے میں نے اس رسالے میں پیش کئے ہیں وہ تمام تر اہل تشیع کی معتبر کتابوں سے دیئے ہیں۔ وہ کتابیں جو بجز کافی کلینی کے تمام تر ایران یا نجف اشرف کی چھپی ہوئی ہیں اور کافی مطبوعہ ایرانی بھی مل گئی ہے۔ اس میں سے بھی کافی کے حوالے دکھانے کا ذمہ دار ہوں۔ اور جتنے حوالے دیئے ہیں وہ ائمہ معصومین طاہرین کی رووایت سے ہیں تو پھر خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت کا انکار ان کی صدیقیت انکار کیوں؟ مولا علی المرتضٰی کا ان کے ساتھ بیعت کرنے، ان کو امام الہدیٰ مقتداء و پیشوا تسلیم فرمانے، ان کے حق میں سب بکنے والوں کو سزا دینے اور امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رشتہ دینے کا انکار کیوں؟ ان کی اطاعت کرنے ان کے مشیروں میں شامل ہونے کا انکار کیوں؟ امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس صریح ارشاد کا انکار کیوں؟ جو حضور نے ایک غالی شیعہ کے سامنے پانچ دفعہ فرمایا۔ کہ ابوبکر ''صدیق'' ہیں۔ اور جو ابوبکر کو صدیق نہیں کہتا اللہ تعالیٰ اس کو دونوں جہانوں میں جھوٹا کرے اور امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں سب بکنے والوں کو بے ایمان فرمانا اور ان کو مجلس سے نکال دینا اور یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے اس کا انکار کیوں؟ تمام حوالے عرض کر چکا ہوں۔ فرمایئے کوئی ایک بھی روایت کسی اہل السنۃ والجماعت کی کتاب سے پیش کی ہے؟ کتابیں بھی اہل تشیع کی اور راوی بھی ائمہ معصومین۔ پھر ان کی روایات پر وہ لوگ ایمان نہ لائیں۔ جو دعویٰ تشیع کرتے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اہل تشیع کے مذہب اور ائمہ طاہرین کے مذہب میں بہت بڑا تخالف اور تناقص ہے۔

قرآن کا انکار

آج کل کے اہل تشیع حضرات یا تو اپنی مذہبی کتابوں سے مکمل ناواقفی کی وجہ سے یا کسی ماحول کے باعث بطور تقیہ قرآن کریم کو خدا کا کلام کہتے ہیں مگر بانیانِ مذہب تشیع اور رازداران مذہب تشیع کا ایمان قرآن کریم پر نہیں۔ اس قرآن کریم کو اسی وجہ سے ہر صریح جھوٹ بولتے وقت پھٹ سے سر پر رکھ دیتے ہیں اور ایسی حالت میں جھوٹ بولنے میں ذرہ برابر تامل نہیں کرتے۔ جیسے کوئی مسلمان جھوٹ بولتے ہوئے ہندوؤں کی پوتھی وغیرہ سر پر رکھ لے۔

شیعوں کے مذہبی پیشوا مطلقاً قرآن کا انکار ظاہر کرتے ہیں بلکہ جو قرآن کریم حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام حفاظ صحابہ کو طلب فرما کر جمع فرمایا جو آج ہمارے سینوں میں ہے اور مسلمانوں کی ہر مسجد میں جس کو بچے سے لے کر بوڑھے تک پڑھتے ہیں اور جو مسلمانوں کے سات سات سال عمر کے بچوں کو یاد ہے جس کو رمضان المبارک میں نماز تراویح میں ختم کیا جاتا ہے جس کے تیس پارے ہیں جو سورۃ فاتحہ سے شروع ہوتا اور سورۃ ناس پر ختم ہوتا ہے۔ بانیان مذہب شیعہ نے اس کا انکار کیا اور جب بھی اپنا ایمان قرآن پر ثابت کرتے ہیں تو اپنا موہوم قرآن (ستر گز والا جس نے قیامت سے پہلے لوگوں کو ہدایت کیلئے منہ نہیں دکھانا، حلال وحرام کی تعلیم صرف قیامت کو دے گا) ہی مراد لیتے ہیں تو پھر جس قرآن پر ان کا ایمان نہیں اس کو ہزار دفعہ جھوٹ بولتے وقت سر پر رکھیں۔ ان کے مذہب کو کیا نقصان ہوسکتا ہے؟ قرآن کریم پر مدعیان تولی کے ایمان کا نمونہ اصل عبارت میں پیش کرتا ہوں۔ تا کہ اہل علم لوگ تصدیق کرسکیں۔

اصول کافی صفحہ نمبر ۶۷۱

فقال ابوعبداللہ علیہ السلام (الیٰ ان قال) اخرجۂ علی علیہ السلام الی الناس حین فرغ منہ و کتبۂ فقال لھم ھٰذا کتاب اللہ عزوجل کما انزلہ اللہ علیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) من اللوحین فقالوا ھوذا عندنا مصحف جامع فیہ القرآن لا حاجۃ لنا فیہ فقال اما واللہ ما ترونۂ بعد یومکم ھٰذا ابدا انما کان علی ان اخبرکم حین جمعتۂ لتقرء وہٗ

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کی طرف منسوب کرکے) کہتے ہیں کہ جب حضرت علی قرآن کریم کے جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کو نازل فرمایا ہے اور میں نے دو لوحوں سے اس کو اکٹھا کیا ہے۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ یہ ملاحظہ فرمالو کہ ہمارے پاس مصحف مبارک جامع موجود ہے جس میں قرآن ہی ہے۔ ہمیں آپ کے لائے ہوئے قرآن کی ضرورت نہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم آج کے بعد تم اس کو کبھی نہ دیکھو گے میرے لئے ضروری تھا کہ جب میں نے اس کو جمع کیا ہے تو تمہیں اس کی خبر دوں تاکہ تم اس کو پڑھتے۔

اب حسب روایت اصول کافی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب حدیث اور امام عالی مقام سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف کا قسم اٹھانا کہ آج کے دن کے بعد کبھی تم اس کو نہ دیکھو گے۔ تو اس کے باوجود جو قرآن اہل تشیع دیکھتے ہیں اور اہل سنت سے سنتے ہیں جس کو اہل سنت یاد کرتے ہیں۔ تراویح میں ختم کرتے ہیں جس کو امیر المومنین عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمع کیا ہے۔ یہ تو بہرصورت وہ قرآن نہیں ہوسکتا جو قیامت سے پہلے آہی نہیں سکتا۔ اسی اصول کافی صفحہ ۶۷۰ پر امام عالی مقام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے ایک شیعہ صاحب بنام ”احمد بن محمد“ کہتے ہیں کہ مجھے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے مصحف مبارک عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کو کھول کر مت دیکھنا۔ میں نے کھولا اور دیکھا اور سورۃ لم یکن الذین الخ پڑھی تو میں نے اس سورت میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام بمعہ ان کے آباء کے نام لکھے ہوئے موجود پائے تو امام صاحب نے میری یہ شان تعمیل حکم دیکھ کر میری طرف آدمی بھیجا کہ میرا قرآن مجھے واپس کردو۔ یہ واپسی کا قصہ تو اس ضرورت کے ماتحت گھڑنا پڑا کہ کوئی کہہ دے کہ امام صاحب کا لکھا ہوا قرآن ہمیں بھی دکھاؤ تو فصاحت و بلاغت قرآن سے ملتی جلتی عبارت کہاں سے پیدا کی جاتی بہرحال وہ قرآن جس کی سورۃ لم یکن الذین میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام ہوں اور ان کے آباء کے نام ہوں وہ کوئی اور ہی ہے جس پر اہل تشیع کا ایمان ہے۔ یہ قرآن نہیں۔ اہل تشیع کے مجتہد اعظم نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں تو ایمان بالقرآن کا قصہ ہی ختم کردیا ہے۔

اصول کافی صفحہ ۶۷۱ کی ایک اور روایت بھی ملاحظہ کریں جس کے لفظ بلفظ ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

اہل علم حضرات منطبق فرمالیں ”امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو قرآن حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جبریل علیہ السلام لائے تھے۔ اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں“ اور اہل سنت والجماعت غریبوں کے پاس

توصرف ۶۶۶۶ آیات پر مشتمل قرآن حکم ہے اگر کسی قدر تفصیل کے ساتھ اہل تشیع کا قرآن کریم سے انکار دیکھنا چاہیں تو اصول کافی صفحہ ۲۶۱ تا صفحہ ۲۶۸ وصفحہ ۶۰۷، ۶۷۱ کا مطالعہ فرماویں اور ایمان بالقرآن کی داد دیں کہ ایک سے دوسری روایت بڑھ چڑھ کر انکار قرآن میں وارد ہے اور کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲ صفحہ ۴۹۳، ۴۹۴ پر تو اس قرآن کریم کے انکار پر شیعوں کا اجماع ثابت ہے اور اس قرآن کریم میں ردوبدل اور اس کی تنقیص میں تو ایک سے بڑھ کر ایک روایتوں کے انبار لگائے گئے ہیں تفسیر صافی جلد اول صفحہ ۱۴ میں قرآن کی تحریف اور اس میں ردوبدل ثابت کرنے کے کمال دکھائے گئے ہیں اور مصنف کافی یعقوب کلینی اور ان کے استاد علی بن ابراہیم قمی کا اس بارے میں غلو ثابت کیا گیا۔ لاحــــول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم o

یہ چند روایتیں بطور نمونہ ہیں ورنہ اہل علم شاہد ہیں کہ اہل تشیع کی معتبر کتابوں میں جس کثرت کے ساتھ قرآن کریم کے انکار پر مشتمل روایات ہیں ان کا نصف بھی یکجا (جمع) کیا جائے۔ تو شرح کبیر لابن میثم کے لگ بھگ ایک مستقل ہوگی۔ مگر اندک دلیل بیسار ومشت نمونہ از خروار ہوتا ہے جو پیش ہے یہ بات نظرانداز کرنے کے قابل نہیں کہ جب ان لوگوں کو قرآن بھی قیامت سے پہلے دیکھنا نصیب نہیں اور ائمہ طاہرین معصومین کے متعلق قطعی یقین حاصل ہے کہ وہ تقیہ نہ کرنا بے ایمانی اور بے دینی یقین فرماتے تھے۔ ان کے بغیر باقی تمام لوگ ان کے نزدیک اس قابل ہی نہیں کہ ان سے کوئی حدیث بھی قابل تسلیم مانی جاسکے تو پھر یہ مذہب اہل تشیع اور اس کی سچائی اور اس کے عقیدے اور اس کے حلال وحرام کس صداقت پر مبنی اور کس بناپر قائم ہیں؟ بھائی جب ائمہ کرام خود فرماویں من اذاع علینا حدیثا اذلہ اللہ ومن کتمہٗ اعزہ اللہ o یعنی جو شخص ہماری کسی بات کو ظاہر کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے گا اور جس نے ہماری حدیثیں چھپائیں اور ظاہر نہ کیں اس کو اللہ تعالیٰ عزت دے گا اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے (حوالے گذار چکے ہیں) تو اماموں سے کسی حدیث کو ظاہر کرنا یا ان کی کسی بات یا کسی تعلیم کو صحیح طور پر بیان کرنا صراحتاً بے ایمانی، بے دینی، دارین میں ذلت اور قطعی طور پر جہنمی ہونا ہے (دیکھو کافی باب التقیہ)۔

اپنوں کی مخالفت کیوں

تو اب اہل تشیع کی تمام کتابیں جو ائمہ صادقین سے روایتوں پر مشتمل نظر آرہی ہیں، خلافت بلافصل کا عقیدہ سب وشتم کا عقیدہ، باقی متعہ ہو یا تقیہ، وضو کی ترکیب، نماز کے انداز، باقی کھانے پینے کے حلال وحرام اگر فی الواقع ائمہ طاہرین کی حدیثیں ہیں اور ان کو چھپانے کی بجائے ان کو شائع کیا گیا جلسوں میں لاؤڈ سپیکروں کے ذریعہ لوگوں کو سنائی گئیں تو حسب فرمان امام عالی مقام یہ لوگ سخت بے ایمان بے دین اور دنیا وآخرت میں ائمہ کی نظر میں ذلیل اور جہنمی ہیں۔ اور اگر ائمہ کے تاکیدی ارشادات اور حکم کی تعمیل میں اصل حدیثیں اور اصل احکام نہیں لکھے گئے۔ نہ ہی ان کو شائع کیا گیا اور نہ ہی وہ لوگوں کو سنائے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ تو بہر صورت چھپائے ہی جاتے ہیں۔ یہ تمام تر کتابیں اور تقریریں ان کے اصل احکام کے خلاف اور مغائر ہیں۔ یہ تمام اعمال، نماز ہو یا روزہ، وضو ہو یا نماز کی ترکیب اور خاصانِ بارگاہ خدا رسول ﷺ کے حق میں سب وشتم۔ من گھڑت اور خود ساختہ روایات کی بنا پر ہیں تو اس صورت میں اہل تشیع حق بجانب معلوم ہوتے ہیں اور عقل سلیم بھی اسی صورت کو صحیح سمجھتی ہے۔ کیونکہ ائمہ طاہرین کی ایک حدیث اور

ایک روایت بھی کوئی مخلص محبّ شیعہ تو ظاہر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ توان محبوں نے اصل کو چھپانے کیلئے غلط اور غیر صحیح بیان کرنے پر اکتفا کیا۔

مذہب شیعہ کا بانی

انہوں نے اپنی طرف سے کچھ سے کچھ جوڑ کر ایک مذہب بناڈالا۔ اسی صورت کا کھوج بھی ملتا ہے اور ذی عقل آدمی تو چور بھی پکڑ سکتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اہل تشیع کی نہایت معتبر کتاب ناسخ التواریخ جلد ۲ حصہ ۳ صفحہ ۵۲۴ سطر ۶ مطبوعہ ایران (اصفہان) ۱۳۹۵ھ مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں تاکہ آپ کو حق الیقین ہو جائے کہ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں مذہب تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ واقعات کی روشنی میں اور حق وصداقت پر مبنی یہ معروضات ہیں سب سے پہلے جس شخص نے خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق غصب خلافت کا قول کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلافصل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ایک یہودی تھا جس کا نام عبداللہ بن سبا ہے جو امیر المومنین سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تقیہ کر کے مدینہ انور میں آیا۔ اور اسلام ظاہر کیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علی الخصوص خلفائے راشدین سابقین کے خلاف خفیہ طور پر سب بکنا شروع کیا۔ پھر مدینہ اقدس سے نکالا گیا تو مصر میں جا کر ایک گروہ بنالیا اور سیدنا عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور آخر ایسا فتنہ برپا کیا جس میں امیر المومنین شہید ہوئے۔ الغرض میں چاہتا ہوں کہ صاحب ناسخ التواریخ کی بعینہٖ عبارت پیش کروں۔

ذکر پدید آمدن مذہب رجعت درسال سی وپنجم ہجری

عبداللہ بن سبامردی جہود بوددر زمان عثمان ابن عفان سلماخا گرفت واواز کتب پیشین ومصاحف سابقین نیك دانا بود چوں مسلمان شد خلافت عثمان در خاطر اوپسندید نیفتاد، پس درمجالس ومحافل بنشستے وقبائح اعمال و مثالب عثمان راھرچہ توانستی باز گفتی، ایں خبربہ عثمان بردند گفت باری ایں جہود کیست و فرمان کرد تااورا ازمدینہ اخراج نمودند۔ عبداللہ بمصر آمد وچوں مردی عالم ودانا بودمردم بروی گرد آمد ندوکلمات اور اباورداشتند۔ گفت! ھاں اے مردم مگر نشیندہ اید کہ نصاریٰ گوئند عیسیٰ علیہ السلام بدیں جہاں رجعت کندوباز آید۔ چنانہ درشریعت مانیز ایں سخن استوار است۔ چوں عیسیٰ رجعت تواند کرد محمد کہ بیگماں فاضل تر ازوست چگونہ رجعت نہ کندوخداوند نیز در قرآن کریم میفر مائید ان الذی فرض علیك القرآن لر آدك الیٰ معاد ۔ چوں ایں سخن را در خاطر ھا جائے گیر ساخت گفت خداوند صدوبیست و چھار پیغمبربدیں زمین فرستاد وھر پیغمبر یراوزیرے و خلیفتی بود چگونہ میشود پیغمبرے ازجہاں برود خاصہ وقتے کہ صاحب شریعت باشد ہ نامبے وخلفیتے بخلق نگمار دوکارامت راھمل بگز ارد ھمانا محمدراعلی علیہ السلام وصی و خلیفہ بود چنانکہ خود فرمود انت منی منزلۃ

هرون من موسیٰ ازیں‌متیوان دانست که علی خلیفه محمد است و عثمان ایں منصب راغصب کرده وباخودبسته عمر نیز بناحق ایں کار بشوری افگند و عبدالرحمان بن عوف بهوای نفس دست بردست عثمان زددست علی را که گرفته بود با اوبیعت کند رها داداکنوں برماکه درشریعت محمد یم واجب میکنند که از امر بمعروف ونهی از منکر خویشتن داری نکنیم چنانه خدائی فرماید کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر پس بامردم خویش گفت ماراهنوز آں نیر ونیست که بتوانیم عثمان رادفع داد واجب مکیند که چنداں که بتوانیم عمال عثمان راکه آتش جورو ستم رادامن میز ننند ضعیف داریم و قبائح اعمال ایشاں رابر عالمیاں روشن سازیم ودلهائے مردم رااز عثمان واعمال اوبگر دانیم پس نامها نوشتند واز عبدالله بن ابی سرح که امارات مصر داشت باطراف جهاں شکایت فرستادند ومردم رایك دل ویکجهت کردند که در مدینه گرد آیند و بر عثمان امر بمعروف کننذ اورا از خلیفتی خلع فرمایند عثمان ایں معنی رانفرس همی کرد ومروان بن الحکم جاسوساں به شهر فرستاد تاخبر باز آور دند که بزرگاں هر بلد درخلع عثمان همد استانند لاجرم عثمان ضعیف وبرکار خود فروماند محصور شدن عثمان درخانه خو ددرسال سی و پنجم هجری۔

۳۵ھ میں رجعی مذھب پیدا ھونے کا ذکر

ترجمہ: عبداللہ بن سباء ایک یہودی تھا۔ جس نے حضرت امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں اسلام ظاہر کیا اور وہ پہلی کتابوں اور صحیفوں کا اچھا عالم تھا۔ جب مسلمان ہوا تو امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خلافت اس کے دل کو پسند نہ آئی تو مجلسوں اور محفلوں میں بیٹھ کر حضرت امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کے متعلق بدگوئیاں شروع کرنے لگا اور برے اعمال وغیرہ جو کچھ بھی اس کے امکان میں تھا حضرت امیر عثمان کی طرف منسوب کرنے لگا۔ امیر عثمان کی خدمت میں یہ خبر پہنچائی گئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ یہودی ہے کون؟ اور حکم دیا (گیا) تو اس یہودی (عبداللہ بن سبا) کو مدینہ شریف سے نکال دیا گیا۔ عبداللہ مصر پہنچا اور چونکہ آدمی عالم اور دانا تھا۔ تو لوگوں کا اس پر جمگھٹا ہونے لگا اور لوگوں نے اس کو تقریروں پر یقین کرنا شروع کر دیا۔ تو ایک دن اس نے کہا۔ ہاں اے لوگو! تم لوگوں نے شاید سنا ہوگا کہ عیسائی لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جہان میں رجعت کریں گے (دوبارہ آئیں گے) جیسا کہ ہماری شریعت میں یہ بات محقق ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آسکتے ہیں تو حضرت محمد ﷺ جو ان سے مرتبہ میں بہت زیادہ ہیں کس طرح دوبارہ تشریف نہ لائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی قرآن میں فرماتا ہے کہ جس ذات نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے۔ یقیناً آپ کو آپ کے اصلی وطن سے لوٹائے گا۔ جب اس عقیدہ کو لوگوں کے دلوں میں پختہ کر چکا تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں دنیا میں بھیجے ہیں اور ہر ایک پیغمبر کا

ایک وزیر اور ایک خلیفہ تھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک پیغمبر دنیا سے رحلت فرمائے علی الخصوص جبکہ وہ صاحب شریعت بھی ہو اور کوئی اپنا نائب اور خلیفہ مقرر نہ فرماوے اور امت کا معاملہ یونہی چھوڑ دے تو اسی بنا پر حضور ﷺ کے وصی اور خلیفہ حضرت علی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے خود فرمایا ہے۔ **انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ**۔ یعنی تو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے ہارون موسیٰ (علیہما السلام) کے نزدیک تھے۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حضرت علی (حضور) محمد (ﷺ) کے خلیفہ ہیں اور (حضرت) عثمان نے اس منصب کو غصب کر لیا ہے اور اپنی ذات کے ساتھ لگا لیا ہے عمر (رضی اللہ عنہ) نے بھی ناحق منصب خلافت کو مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا۔ الخ

یہ عبارت نقل کرنے سے چند گزارشات مقصود ہیں:۔

(۱) رجعی مذہب دنیا میں سب سے پہلے جس شخص نے پیدا کیا وہ عبداللہ ابن سبا ہے۔

(۲) خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے متعلق غاصب کہنا اور ان کی خلافت کو ناحق بیان کرنے کی ابتداء اسی عبداللہ بن سبا سے ہوئی۔

(۳) خلافت بلافصل علی (رضی اللہ عنہ) کا سب سے پہلے علمبردار بھی عبداللہ بن سبا ہے۔ عبداللہ بن سبا کے متعلق ائمہ ہدیٰ کی تصریحات سے آئندہ سطور میں کسی قدر تبصرہ ہوگا۔

(۴) سر دست اتنا عرض کرنا ہے کہ شیعوں کے مذہب کی بنا اسی عبداللہ بن سباء نے رکھی شیعوں کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین (صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ ایران) میں مقصد نہم کو اسی مسئلہ رجعت کے ثبوت میں انتہائی زور و شور کے ساتھ لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ "**بدانکہ از جملہ اجماعیات شیعہ بلکہ ضروریات مذہب حق فریقہ محقہ حقیقت رجعت است**" یعنی جاننا چاہیئے کہ من جملہ ان اعتقادات کے جن پر تمام شیعوں کا اجماع ہے بلکہ ان کے مذہب کی ضروریات میں سے ہے۔ وہ رجعت کے مسئلہ کو حق جاننا ہے۔

اب اہل دانش و بینش کے نزدیک یہ بات روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگئی کہ مسئلہ رجعت کو ظاہر کرنے والا اور خلافت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو بلافصل کہنے والا اور خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے متعلق غصب اور ظلم منسوب کرنے والا سب سے پہلے عبداللہ ابن سبا ہے اور باقر مجلسی کی تصریح سے یہ ثابت ہوا کہ یہی عبداللہ ابن سبا کے عقیدے، شیعوں کے ضروریات دین میں سے ہیں اور شیعوں کے مجمع علیہ عقائد میں سے ہیں۔ اور کتاب "**من لا یحضرہ الفقیہ**" میں ہے کہ "**ہر کہ ایمان برجعت ندا رداز مانیست**" جو شخص رجعت کا عقیدہ نہیں رکھتا۔ وہ ہم (شیعہ فرقہ) سے نہیں بھی مدنظر رکھیں ۱۲۔

بہت بڑا افتراء پرداز

اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب رجاء الکشی صفحہ ۱۴ پر بھی عبداللہ بن سبا کا بیان ہے چونکہ روایت امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ہے لہذا لفظ بلفظ مطالعہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

ویل لمن کذب علینا وان قوما یقولون فینا مالا نقولہ فی انفسنا نبرا الی اللہ منہم نبرا

الی اللہ منھم مرتین (ثم قال) قال علی ابن الحسین (رضی اللہ عنہما) لعن اللہ من کذب علیا علیہ السلام انی ذکرت عبداللہ ابن سبافقامت کل شعر فی جسدہ (وقال) لقد ادعٰی امرا عظیما لعنہ اللہ کان علی علیہ السلام واللہ عبداللہ واخو رسول اللہ مانال الکرامۃ من اللہ الا بطاعتہٖ للہ ولرسولہٖ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) وما نال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکرامۃ الا بطاعتہٖ (ثم قال) وکان الذی یکذب علیہ فیعمل تکذیب صدقہٖ ویفتری علی اللہ الکذب عبداللہ ابن سبا (ثم قال) ذکر بعض اھل العلم ان عبداللہ بن سباء کان یھودیا فاسلم ووال علیا علیہ السلام وکان یقول وھو علی یھودیتہ فی یوشع ابن نون وصی موسٰی بالغلو فقال فی اسلامہٖ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علی مثل ذٰلک وکان اول من اشھر بالقول برفض امامۃ علی علیہ السلام (الٰی ان قال) ومن ھھنا قال من خالف الشیعۃ اصل الشیع والرفض ماخوذ من الیھودیۃo

یعنی امام عالی مقام فرماتے ہیں کہ اس شخص کے لئے جہنم ہے جس نے ہم پر جھوٹے بہتان باندھے ہیں اور ایک قوم ہمارے متعلق ایسی ایسی باتیں گھڑتی ہے جو ہم نہیں کہتے ہم ان سے بری ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہم ان سے بری ہیں امام عالی مقام نے دودفعہ فرمایا (اس کے بعد) فرمایا کہ حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ جس شخص نے حضرت علی کو جھٹلایا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ میں نے ان کی خدمت میں عبداللہ بن سبا کا ذکر کیا تو اس کا نام سن کر آپ کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اس نے بڑی بات کا دعویٰ کیا تھا اور خدا کی قسم علی علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور اللہ کے رسول کے بھائی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو بھی کرامت حاصل کی ہے۔ فقط اللہ اور اسکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی وجہ سے حاصل کی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے کرامت حاصل کی ہے۔ (پھر فرمایا) اور جو شخص حضرت علی پر جھوٹے بہتان باندھتا تھا اور آپ کی سچی باتوں کو جھوٹ کے ساتھ تعبیر کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتا تھا وہ عبداللہ بن سبا تھا (اس کے بعد کہا) بعض علماء نے کہا ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا۔ اسلام ظاہر کیا اور حضرت علی کا تولی اور ان کی محبت کا دم بھرنے لگا۔ جب یہودی تھا تو حضرت یوشع بن نون کو حضرت موسیٰ کا وصی (خلیفہ بلا فصل) کہنے میں غلو کرتا تھا اور اپنے اسلام کی حالت میں کہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی وصی (خلیفہ بلا فصل) ہیں اور سب سے پہلے جس شخص نے رفض کے ساتھ حضرت علی کی امامت بلا فصل کا قول کیا ہے۔ وہ عبداللہ بن سبا تھا (پھر کہا) اسی وجہ سے جو شخص بھی شیعہ کا مخالف ہے وہ یہی کہتا ہے کہ تشیع و رفض کی جڑ یہودیت ہے الخ۔

شیعہ منافق ہیں

چونکہ اس تحریر سے میرا مقصد صرف مخلصانہ مشورہ ہے اور اہل بصیرت حضرات کی خدمت میں غور و فکر کرنے کی

درخواست ہے۔ اگر اہل تشیع حضرات برا نہ منائیں تو ان کو آئمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چند ملفوظات اور بھی سناؤں ۔ اور یہ مشوروں کہ ائمہ معصومین چونکہ کذب اور جھوٹ سے مبرا اور منزہ ہیں۔ اس لئے ان کے کلام کو سچا جان کر اس پر ایمان لائیں۔

رجاء الکشی صفحہ ۱۹۳

قال ابو الحسن علیه السلام ما انزل الله سبحانهٗ آیة فی المنافقین الا وهی فی من ینتحل الشیعة الخ۔

یعنی امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے جو آیات بھی منافقین کے بارے میں نازل فرمائی ہیں۔ تو ان منافقین سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جو اپنے آپ کو شیعہ بیان کرتے ہیں ۱۲۔

درحقیقت تقیہ سے زیادہ وجہ تشبیہ اور ہو ہی کیا سکتی ہے۔ اسی طرح کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۰۷ میں ہے۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں اپنے شیعوں کو باقی لوگوں سے جدا کروں تو صرف زبانی وصف کرنے والے ہی پاؤں گا۔ اور اگر میں ان کے ایمان کا امتحان لوں تو تمام کے تمام مرتد دیکھوں گا اور اگر میں اچھی طرح چھان بین کروں تو ہزار میں سے ایک بھی نہ ملے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں ہم علی کے شیعہ ہیں۔ حقیقتاً علی کا شیعہ وہی ہے جو ان کے قول وفعل کو سچا جانتا ہے اور رجاء الکشی صفحہ ۱۹۴ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسی قوم ہے جو گمان کرتی ہے کہ میں ان کا امام ہوں خدا کی قسم میں ان کا کوئی امام نہیں کیونکہ وہ لوگ اللہ کے ملعون ہیں۔ جتنی دفعہ بھی میں نے عزت کا سامان مہیا کیا۔ تو ان لوگوں نے اس کو خراب کیا۔ اللہ ان کی عزت خراب کرے۔ میں کچھ کہتا ہوں تو یہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ میری مراد ظاہری الفاظ سے ہے۔ میں صرف انہی لوگوں کا امام ہوں جن لوگوں نے میری صحیح معنیٰ میں تابعداری کی اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۸ میں ہے کہ امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ رات جو جب میں سوچتا ہوں تو سب سے زیادہ دشمن انہی لوگوں کو پاتا ہوں۔ جو ہماری محبت وتولی کا دم بھرتے ہیں۔

قاتلین امام حسین

اب تھوڑا سا غور اس بات پر بھی کر لیں کہ امام عالی مقام سیدنا ابن علی رضی اللہ عنہما کو کن لوگوں نے شہید کیا۔ اور وہ لوگ کون تھے۔ جنہوں نے مکر وفریب کے ساتھ لاتعداد دعوت نامے لکھے تھے۔

احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۷ حضرت سیدنا امام زین العابدین کوفیوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تم نہیں جانتے کہ تم ہی لوگوں نے میرے والد ماجد کی طرف خط لکھے اور تم ہی نے ان سے دھوکا کیا اور تم ہی لوگوں نے اپنی طرف سے عہد وپیان باندھے، بیعت کی اور تم ہی لوگوں نے ان کو شہید کیا اور ان کو تکلیفیں دیں۔ پس جو ظلم تم نے کمائے ان کی وجہ سے ہلاکت ہے تمہارے لئے اور تمہارے برے ارادوں کے لئے۔ تم نے میری آل کو قتل کیا اور میرے خاندان کو تکلیفیں پہنچائیں۔ پس تم میری امت سے نہیں ہو۔ اور کتاب کشف الغمہ صفحہ ۱۸۷ پر اہل کوفہ کے دعوت ناموں کی بعینہٖ عبارت کی نقل موجود ہے۔ ملاحظہ فرماویں۔

بسم الله الرحمن الرحیم للحسین ابن علی امیر المومنین من شیعتهٖ وشیعة ابیه امیر

المومنین سلام اللہ علیك اما بعد فان الناس منتظروك ولا اریٰ لھم غیرك فالعجل العجل یا بن رسول اللہ والسلام علیكo

یعنی حضرت حسین ابن علی امیر المومنین کی طرف سے ان کے شیعوں کی جانب سے یہ دعوت نامے ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ اس کے بعد گذارش ہے کہ لوگ آپ کے انتظار میں ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر ان کی نگاہ کسی پر نہیں پڑ رہی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ کا خانوادہ جلد از جلد تشریف لائیے (تاکہ یہ انتظار بھی ختم ہو)

کتاب مجالس المومنین صفحہ ۲۵۰ کی عبارت بھی ملاحظہ ہو کہ کوفہ میں کون لوگ تھے؟ جنھوں نے دعوت نامے بھیجے۔

وبالجملہ تشیع اھل کوفہ حاجت بہ اقامت دلیل ندارد وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل ومحتاج بدلیل است۔

یعنی اہل کوفہ کا شیعہ ہونا محتاج دلیل نہیں بلکہ بدیہی امر ہے اور اہل کوفہ کا سنی ہونا اصل و نقل کے خلاف ہے۔

اب ذرا ان کوفیوں کے متعلق اور محبت و تولی کے علمبرداروں کے متعلق امام عالی مقام سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کا دوسرا ارشاد بھی سن لیں۔ کتاب مناقب المعصومین صفحہ ۵۲ مطبوعہ ایران "اے شیعان، اے محبان لعنت خدا ولعنت رسول ﷺ پر تمام اھل کوفہ و شام باد "یعنی اے شیعو! اے محبو! اللہ کی لعنت اور اللہ کے رسول ﷺ کی لعنت تم تمام اہل کوفہ و شام پر ہو۔

غالباً ائمہ کرام جن روایات کو ظاہر کرنا ذلت کا موجب تھا اور جن کے چھپانے کے متعلق بانیان مذہب شیعہ نے تاکیدیں کی تھیں اور اس بارے میں روایتیں گھڑی تھیں۔ وہ یہی ائمہ کرام کی حدیثیں ہیں جن کا نمونہ پیش کر چکا ہوں۔ واقعی اگر ائمہ کرام کے یہ ارشادات لوگوں کو سنائے جائیں تو کون بے وقوف شیعہ مذہب اختیار کرے گا۔

تفسیر قمی صفحہ ۳۴ مطبوعہ ایران میں آیت کریمہ "اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورا واالعذاب وتقطعت بھم الاسبابo وقال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃ فنتبرا منھم کما تبرء وامنآ کذٰلك یریھم اللہ اعمالھم حسرات علیھم وما ھم بخار جین من النارo حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں اذا کان یوم القیامۃ تبرا کل امام من شیعتہٖ وتبرات کل شیعۃ من امامھاo جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر امام اپنے شیعہ سے بری ہوگا اور ہر شیعہ اپنے امام سے بری ہوگا، اور ان پر تبرا کرے گا۔

اسی طرح یہی روایت حضرت امام جعفر صادق سے اصول کافی صفحہ ۲۲۷ پر موجود ہے۔ وغیر ذلك مالا تحاط بالحد ولاتنتھی بالعدo

تقیہ کی ضرورت

ظاہر ہے کہ ائمہ صادقین کے یہ ارشادات اور یہ حدیثیں اہل تشیع کے لئے ظاہر کرنا موت کا پیغام تھا تو ان کو چھپانے کے لئے کیوں نہ تقیہ کے باب باندھے جاتے۔

حضرات! ان روایات کا نمونہ جو میں نے پیش کیا ہے اس سے اہل تشیع کے مذہب کی ایک جہت سے تائید بھی

ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے اماموں کے ارشادات کو خوب چھپایا اور خون ان پر پردہ ڈالا کہ ائمہ صادقین پر اتہام تقیہ لگا کران کے کسی قول اور فعل کو یقین کے قابل نہ چھوڑا اور ان کے ارشاد و اعمال کے خلاف ایک مذہب گھڑ کران پر پردہ ڈال دیا۔ مگر جس طرح اہل تشیع کے مذہب میں صحیح اور سچی بات کو چھپانا فرض ہے۔ اسی طرح اہل السنۃ کے مذہب میں صحیح اور سچی بات کو ظاہر کرنا فرض ہے۔ اس لئے مجبوراً ظاہر کی ہیں اور وہ بھی بہت کم تا کہ اہل تشیع حضرات برا نہ منائیں۔ ورنہ **سخن بسیار است**۔

صاحب کشف الغمہ نے اہل السنّت غریبوں کو تو اس اتہام سے کوسا کہ وہ ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایتیں نہیں لیتے بلکہ ان کی روایات کو پھینک دیتے ہیں **(نقل کفر کفر نباشد)** اس لئے ائمہ طاہرین کی روایات شیعان ومحبان کی مستند و معتبر کتابوں سے ہی لینا پڑیں تا کہ شیعان اور محبان شیاہ پوشان تو کم از کم ائمہ کرام کے ارشادات اور ان کے فرامین کو سچا مانیں اور ان پر ایمان لا کر صحیح نصب العین مقرر فرمائیں۔ اور ائمہ طاہرین، معصومین، صادقین کی تصریحات کے خلاف خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہ اجمعین کے حق میں گھڑت قصے کہانیاں کی بنا پر غاصب یا ظالم کہنا چھوڑ دیں۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق قطعی اور یقینی علم ہر لحاظ سے ائمہ صادقین ہی کو ہوسکتا ہے۔ ان کے ارشادات کو دیکھیں جو خلفائے راشدین کے مناقب میں خود اہل تشیع کی مستند و معتبر کتابوں میں حد وحساب سے باہر ہیں جن کا نمونہ عرض کر چکا ہوں۔ جن کے اعمال ناموں کے ساتھ مولا علی رشک فرماویں۔ جن کو حضرت علی امام الہدیٰ اور شیخ الاسلام فرماویں جن کے متبعین کو صراط مستقیم پر پکا یقین فرماویں۔ جن کی اتباع کو سراسر ہدایت یقین فرماویں۔ ان تمام ارشادات کے برعکس ان کو ظالم اور غاصب کہنا سراسر حضرت علی المرتضیٰ اور باقی ائمہ کی تکذیب ہی ہے اس کے سوا انصاف سے بتایئے اور کیا ہے؟

باغ فدک

جہلا اور ان پڑھ وناواقف لوگوں کو باغ فدک کے قصے گھڑ کر سنانا اور ان کو ائمہ صادقین کے صریح غیر مبہم اور واضح ارشادات سے منحرف کرنا چھوڑ دو۔

غور سے سنئے فدک کے متعلق اصول کافی صفحہ ۳۵۱

وكانت فدك لرسول الله صلى الله عليه وسلم خاصة لانهٗ فتحها وامير المومنين لم يكن معهما احد فزال عنه اسم الفيء ولزمها اسم الانفال٥

یعنی فدک صرف رسول اللہ ﷺ کا تھا کیونکہ اس کو صرف رسول اللہ ﷺ ہی نے فتح کیا تھا اور امیر المومنین نے جن کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا۔ تو اس کا نام فئی نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا نام انفال ہے۔

اب یہ تحقیق کہ اس غزوہ میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ بجز حضرت علی کے اور کوئی صحابی نہ تھا۔ واقف حال حضرات پر چھوڑتے ہیں۔ سر دست صرف اتنی گزارش کرتے ہیں کہ کافی کی تصریح سے اتنا تو واضح ہو گیا کہ فدک فئی نہیں تھا۔ بلکہ انفال تھا۔ تو اب انفال کے متعلق حضرت امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا واضح اور کھلا فیصلہ

ملاحظہ فرمالیں۔

اصولی کافی صفحہ نمبر ۳۵۲

قال الانفال مالم یرجف علیه بخیل ولا رکاب اوقوم صالحوا او قوم اعطوا بایدیھم وکل ارض خربة اوبطون اودیة فھولرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وھو للامام بعدهٗ یضعهٗ حیث یشآءO

امام عالی مقام انفال کی تعریف اور اس کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ انفال وہ ہوتا ہے جس کا حصول فوج کشی کے ساتھ نہ ہو یا دشمن جنگ کی مصالحت پر پیش کرے یا ویسے کوئی قوم کسی حکومت اسلامیہ کو اپنے اختیار سے دے یا وہ زمین جو لاوارث غیر آباد چلی آتی ہو یا دریاؤں اور پہاڑی نالوں کا پیٹ ہو تو یہ سب انفال ہیں حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں انفال کے واحد مالک رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپ کے بعد جو امام اور خلیفہ ہوگا وہ ہی مالک ہوگا۔ جس طرح چاہے اس کو خرچ کرے۔

اسی طرح فروع کافی صفحہ ۶۲۶ ملاحظہ فرمائیں اور اصول کافی صفحہ ۳۵۱ پر بھی فدک کو انفال ثابت کیا گیا ہے۔ تو فدک کا انفال ثابت کیا گیا ہے۔ تو فدک کا انفال ہونا جب تسلیم کرلیا گیا اور انفال کے متعلق یہ تسلیم کرلیا گیا کہ امام اور خلیفہ اس کے تصرف میں مختار عام ہے اور خلفائے راشدین کی امامت بحوالہ شافی و تلخیص الشافی و نہج البلاغۃ وابن میثم وغیرہ ثابت اور محقق ہو چکی ہے اور بحوالہ کشف الغمہ ان کی صدیقیت اظہر من الشمس ہے اور بحوالہ ابن میثم ونہجہ البلاغۃ و کافی وغیرہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہو چکا ہے اور حضرت امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے غیر مستحق خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے کا فتویٰ قیامت تک نہ مٹنے والے نقوش کے ساتھ دے دیا ہے۔ تو پھر ان ائمہ ہدیٰ نے اگر فرض بھی کرلیں کہ حسب ادعاء شیعہ فدک کو تقسیم نہیں فرمایا۔ تو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ اور ائمہ صادقین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عین مذہب وعین دین کے مطابق عمل فرمایا۔ پھر ظلم اور غصب کے اتہامات کس قدر لغو اور بے معنی ہیں۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اور امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اور امام عالی مقام سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور امام سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اور امام باقر رضی اللہ عنہ اور امام عالی مقام سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی تو یہی سنت اختیار فرمائی اور فدک کا تقسیم کرنا جائز نہ سمجھا۔ اسی طریقے پر عمل درآمد فرمایا جس طریقے پر کہ خلفائے راشدین نے فرمایا تھا۔

یقین نہ آئے تو اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب کشف الغمہ صفحہ ۱۴۷ سطر ۲۳ ملاحظہ فرماویں کہ سب سے پہلے عمر بن عبدلعزیز خلیفہ بنوامیہ کا فدک کو تقسیم کرنا مرقوم ہے۔

راویوں کا تجزیہ

اہل السنّت والجماعت پر اعتراض کرنے سے پہلے اہل السنّت والجماعت کے مذہب کے متعلق واقفیت ضروری ہے۔ ذاکرین اہل تشیع جب اپنے اصول مذہب سے ناواقف ہیں تو اہل السنّت والجماعت کے اصول کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ میاں!!! اہل السنّت والجماعت کے مذہب کا اصل الاصول یہ ہے کہ حدیث کی صحت یا ضعف، راوی کی

صحت یا ضعف پر موقوف ہے۔ اگر حدیث کا راوی صحیح العقیدہ، سچا صحیح حافظہ والا ہے تو اس کی روایت کو صحیح مانا جائے گا۔ ورنہ روایت ضعیف کہلائے گی۔ فدک والی روایت میں ایک شخص محمد بن مسلم ہے جس کو ابن شہاب زہری بھی کہتے ہیں۔ صرف یہی راوی یہ روایت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ دوسرا کوئی شاید نہیں اور یہ ابن شہاب زہری اہل تشیع کی اصول کافی میں بیسیوں جگہ روایتیں کرتا نظر آتا ہے۔ اور اہل تشیع کی فروع کافی نے تو اس کی روایتوں کے بل بوتے پر کتاب کی شکل اختیار کی ہے تو بھائیو! اہل تشیع کے اس قدر مشہور اور معروف کثیر الروایت آدمی کی روایت سے اہل السنّت پر الزام قائم کرنا اور ائمہ صادقین کو جھٹلانا عجیب نظر و فکر ہے۔ اگر اہل تشیع کے راویوں کی روایات اہل السنّت کے لئے قابل توجہ ہوتیں۔ تو پھر بخاری ہو یا کافی کلینی اس میں کیا فرق تھا۔ آپ کی مزید تسلی کے لئے اسی محمد بن مسلم بن شہاب زہری صاحب کو کتاب منتہی المقال یا رجال بوعلی میں شیعوں کی صف میں بے نقاب بیٹھا ہوا دکھاتے ہیں۔ دیکھو کتاب رجال بوعلی جہاں صاف لکھا ہوا ہے کہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری شیعہ ہے تو فدک کا جھگڑا اب تو ختم کرو۔ ہم ابن شہاب زہری کو اچھا سمجھتے۔ اگر گھر کے بھیدی یہ بھید نہ کھولتے۔ اس کے باوجود بھی اس کی روایت پر غور کرتے۔ اگر کوئی ایک دوسرا بھی اس کے ساتھ مل کر شہادت دیتا۔ اہل السنّت والجماعت غریب اس قدر مظلوم ہیں کہ ان کے مذہب کے خلاف اگر کوئی شیعہ اور وہ بھی اکیلا روایت کرے تو اس کو اہل سنت پر بطور الزام پیش کیا جاتا ہے۔ اور اہل تشیع اس قدر بااختیار ہیں کہ ان کی اپنی کتابوں میں ائمہ معصومین کی سند سے کوئی حدیث بیان کی جائے تو ان کو یہ کہنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا کہ یہ امام اکیلے روایت کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی دوسرا شاہد نہیں لہٰذا یہ خبر آحز ہے اور قابل اعتبار نہیں دیکھو تلخیص الشافی جلد ۱ صفحہ ۴۶۸ مطبوعہ نجف اشرف یہ عبارت گزر چکی ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اب رہا یہ سوال کہ اہل سنت کی کتاب میں شیعہ صاحب نے روایت کو کیسے لکھ دیا تو اس کے جواب میں ہمارا صرف یہ کہنا کہ ہمیں پتہ نہیں چلنے دیا۔ کافی ہو سکتا ہے۔ میاں! جب پہلے زمانہ میں نہ چھاپہ خانے تھے۔ نہ کاپی رائٹس محفوظ کرائے جاتے تھے۔ قلمی کتابیں تھیں۔ ہر شخص نقل کر سکتا تھا۔ علی الخصوص وہ لوگ جن کا مذہب و دین ہی تقیہ و کتمان ہو۔ نہایت آسانی کے ساتھ تشریف لا سکتے تھے اور علمائے اسلام کے نہایت محب بن کر ان کی کتابوں میں حسب ضرورت کارستانیاں کر سکتے تھے اور اس پر بھی ثبوت کی ضرورت ہو تو قاضی نور اللہ شوستری کی مشہور ترین کتاب مجالس المومنین صفحہ ۲ مطالعہ فرمایں۔ کہ ہم لوگ شروع شروع میں سنی، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بن کر اہل سنت کے استاذ اور ان کے شاگرد بنے رہے۔ ان سے روایتیں لیتے تھے۔ ان کو حدیثیں سناتے تھے اور تقیہ کی آڑ میں اپنا کام کرتے رہے۔ کتاب ایران کی چھپی ہوئی ہے۔ فارسی زبان میں ہے ہر شخص مطالعہ کر سکتا ہے۔ تو یہ کیا مشکل تھا کہ اسی آڑ میں کسی غریب سنی کی کتاب میں یہ کارفرمائی بھی کر لی ہو۔

حدیث کو پرکھنے کی کسوٹی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے کہنا کہ انہوں نے بخاری شریف کی تمام روایات کو

برحق اور صحیح ہی تسلیم فرمایا ہے۔ غلط اور جھوٹ ہے۔ شاہ صاحب مرحوم فقط مرفوع حدیث کے متعلق صحت کا دعویٰ کرتے ہیں اور باغ فدک کی تقسیم نہ کرنے کی روایت مرفوع نہیں۔ (مرفوع حدیث صرف وہی ہوتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہو یا حضور ﷺ کا عمل ہو یا حضور ﷺ نے اپنے زمانہ اقدس میں کوئی عمل ملاحظہ فرمانے کے بعد اس کو جائز اور برقرار رکھا ہو۔ دیکھو فن حدیث شریف کے متعلق علمائے حدیث کی تصریحات) اور فدک کے متعلق روایات بعد کے واقعات پر مشتمل ہو سکتی ہیں۔ اگر ہم اہل تشیع کے اس راوی کو سچا بھی مان لیں اور غریب مذہب ہونے کے باوجود اس کی روایت کو اپنی کتاب میں لکھ کر بھی لیں۔ اور یہ بھی تسلیم کریں کہ خود ہم نے اس کی روایت کو اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ تو پھر بھی ہمارے اصول کے مطابق بلکہ اہل تشیع کے اصول کے مطابق یہ روایت قابل حجت نہیں۔ کیونکہ صرف ایک راوی ہے لہٰذا خبر آحاد ہے اور خبر آحاد حجت نہیں ہوتی۔ اہل سنت کے اصول کو نظر انداز کر کے خود اہل تشیع کے امام الطائفہ ابو جعفر طوسی کی کتاب تلخیص الشافی جلد ۲ صفحہ ۴۲۸ کا مطالعہ کریں جہاں صاف لکھا ہے کہ خبر آحاد نا قابل حجت ہوتی ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور غریب اہل السنّت والجماعت ائمہ کرام کی روایات کو تو سر آنکھوں پر تسلیم کرتے ہیں۔ اور اگر کسی غیر مذہب کی منفرد روایت کو بھی اس طرح تسلیم کریں کہ جس کے تسلیم کرنے سے تمام آئمہ طاہرین کی بھی تکذیب لازم آتی ہو۔ شان رسالتمآب ﷺ کے متعلق بھی برا عقیدہ لازم آتا ہو تو بھائی ہمیں اس کجروی سے معاف رکھئے۔ ہم سے یہ توقع رکھ کر ہم پر الزام قائم نہ کریں۔ ہمارا اتنا حوصلہ نہیں۔ ہم تو اس قصے کو الف لیلیٰ سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ فدک کے متعلق مزید تحقیق دیکھنا چاہیں تو کتاب "بنیات" مولفہ جناب سید محمد مہدی علی خان صاحب تحصیلدار مرزا پور جلد دوم مطالعہ فرماویں۔ یہ حقیقت ہے کہ تحصیلدار صاحب موصوف کے دلائل اور بحث نہایت محققانہ اور فاضلانہ ہے جن دلائل کو اور جس بحث کو صاحب موصوف نے قلمبند فرمایا ہے۔ انہی کا حصہ ہے۔

تحصیلدر صاحب کی وسعت نظر اور ان کی مبصرانہ بحث قابل تحسین ہے۔ میں گزارش کر رہا تھا کہ ائمہ معصومین کی تصریحات کے بالمقابل اس قسم کی روایات گھڑنا اور ان کے صریح ارشادات کے معانی و مطالب میں غلط تصرفات اور نا معقول تبدیلیاں کرنا اور بعید از قیاس مفہومات بیان کرے اللہ کے مقدس گروہ کی شان میں سب وشتم کے لئے منہ کھولنا حد درجہ جسارت اور (گستاخی معاف)۔ حد درجہ بے ایمانی ہے۔ اہل السنّت والجماعت کے مذہب کے خلاف اعتراض کرنے اور ان پر کوئی بھی الزام لگانے سے پیشتر یہ ضرور مدنظر رکھا جائے کہ ان کے مذہبی اصول کیا ہیں۔ اہل السنّت والجماعت کے سامنے کوئی بھی روایت پیش کی جائے تو سب سے پہلے ان کی نگاہیں سند کو تلاش کرتی ہیں۔ سند کے تمام اشخاص ان کی کتاب اسمائے رجال کی تصریح کے مطابق اگر اہل سنت سچے، راستباز، صحیح حافظہ والے ثابت ہو جائیں تو پھر بے دھڑک ان پر ایسی روایات کو بطور الزام پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر سند میں ایک راوی بھی بدمذہب جھوٹا، سئی الحفظ، دھوکا دینے والا ثابت ہو جائے۔ تو اس روایت کو الزام دینے والے کے گلے میں لٹکا دیتے ہیں کیونکہ ان کا مذہب اس قسم کی روایات پر مبنی نہیں۔ فرض بھی کر لیں کہ اس قسم کی روایات اہل سنت کی کتابوں میں کسی تقیہ باز کی کرم فرمائی کی وجہ سے درج ہوں۔ مگر ان کی نگاہ امتیاز سے ہر وقت بچنا چاہئے۔ اتقوا من فراسة المومنين فانهٔ ينظر بنور الله (مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے) بلکہ اہل سنت کے ہاں روایت کی

جانچ پڑتال کے لئے علم الاسناد کے علاوہ حدیث متواترہ اور قرآن کریم بھی ہے۔ کہ جو روایت قرآن حکیم اور احادیث متواترہ کے برخلاف ہوگی۔ اس کو ناقابل عمل و ناقابل تسلیم کا درجہ دیتے ہیں۔ خواہ ایسی روایت کی سند متعلق کسی قسم کا تبصرہ نہ بھی کیا گیا ہو۔ غرضیکہ صداقت وسچائی وراست بازی کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ اور اسی کو ہر روایت ودروایت کا مبنی علیہ یقین کرتے ہیں۔ اور اسی پر ان کے مذہب کی بنا ہے۔

کاش اہل تشیع بھی کم از کم ایسے لوگوں کی روایت پر عمل نہ کرتے۔ جن کو ائمہ صادقین نے ان کی اپنی کتابوں میں کذاب (بڑا جھوٹا) وضاع (من گھڑت) روایتیں گھڑنے کا بہت زیادہ عادی ولعنتی وغیرہ کلمات کے ساتھ سرفراز فرمایا۔ تو مجھے یقین کامل ہے۔ کہ شیعہ سنی نزاع دیکھنے میں نہ آتا۔ مثلاً اہل تشیع کی مخصوص روایتوں کے راویوں کو رجاء الکشی وغیرہ میں دیکھئے اور میری اس گزارش کی تصدیق کیجئے جن راویوں کے متعلق ائمہ معصومین نے مذکورہ بالا کلمات نہیں فرمائے۔ تو ان کی روایتیں کلیۃً نہیں تو بالاکثریت اہل السنّت والجماعت سے ملتی جلتی ہیں جن کو بغرض خیر خواہی اہل تشیع کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اور باقی علماء حضرات بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔

نماز جنازہ میں تکبیریں

عقائد کے متعلق تو نمونہ کے طور پر بعض روایتیں پیش کی گئی ہیں۔ اعمال کے متعلق بھی ایک روایت مثال کے طور پر پیش کی جاتی ہے جو نماز جنازہ میں تکبیروں کی تعداد کے بارے میں فروع کافی جلد اصفحہ ۹۵ پر درج ہے۔

عن محمد بن مهاجر عن امه ام سلمة قالت سمعت ابا عبدالله علیه السلام یقول کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صلی علی میت کبر وتشهد ثم کبر ثم صلی علی الانبیاء و دعا ثم کبر الرابعة و دعا للمیت ثم کبروا نصرف فلما نهٰی الله عزوجل عن الصلٰوة علی المنافقین کبر و تشهد ثم کبرو صلی علی النبیین صلی الله علیهم وسلم ثم کبر فدعا للمومنین ثم کبر وانصرف ولم یدع للمیت۝

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت محمد ابن مہاجر، اپنی والدہ ماجدہ سے روایت فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ "شروع میں" جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے تو تکبیر کہتے تھے۔ پھر شہادت پڑھتے تھے پھر تکبیر کے بعد انبیاء علیہم السلام پر درود شریف پڑھتے تھے اور دعا مانگتے تھے۔ پھر چوتھی تکبیر کے بعد میت پر دعا مانگتے تھے۔ پھر پانچویں تکبیر کے بعد سلام پھیرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا تو اس کے بعد ہمیشہ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھتے تھے اس ترکیب کے ساتھ کہ پہلی تکبیر کے بعد شہادت دوسری تکبیر کے بعد درود شریف تیسری تکبیر کے بعد مومنین (احیاء واموات) کیلئے دعا فرماتے تھے۔ پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرتے تھے۔۱۲

اب منافقوں پر پانچ تکبیریں اور مومنین پر چار تکبیریں پڑھا جانا ائمہ معصومین کی روایت سے کس طرح واضح ہے اور امام عالی مقام کی روایت سے روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگیا کہ جب منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع

فرمایا گیا تو اس کے بعد ہمیشہ چار تکبیریں ہی پڑھی جاتی تھیں۔ منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے اس آیت کریمہ کے ذریعہ منع فرمایا گیا۔ ولا تصل علیٰ احد منهم مات ابداً (کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ آپ کبھی کسی منافق پر نماز جنازہ نہ پڑھیں) اب اہل تشیع نے جو پانچ تکبیریں اپنے مذہب میں رائج کر رکھی ہیں اس کی یہی وجہ سمجھ میں آسکتی ہے کہ اہل تشیع کے اسلاف نے اپنے میتوں پر جو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو اسی کو اپنا لیا اور جب منافقین پر نماز جنازہ ممنوع ہوئی تو اہل تشیع کے اسلاف حسب ارشاد باری عز اسمه ولتعرفنهم بسيماهم تقیہ کے پردے میں نہ چھپ سکنے کی وجہ سے غالباً غیر حاضر رہتے ہوں گے۔ اسی لئے جو انہوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھی۔ اس کو جائز نہ سمجھا تاہم ائمہ صادقین کے ارشاد پر ان کو اور نہیں تو تقیۃً ایمان لانا چاہئے تھا اور بظاہر اس پر عمل کرتے ہوئے چار تکبیریں ہی نماز جنازہ میں پڑھتے مگر منشی قضاء وقدر نے ان دو قسموں کی نماز جنازہ کو دونوں فرقوں کی قسمت میں الگ الگ لکھ دیا ہے۔ ورنہ مومنین پر چار تکبیر والی نماز جنازہ خود اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب کافی میں ائمہ معصومین سے مروی ہے اور اسی پر ہمیشہ کا معمول رہنا فرمایا گیا ہے جیسا کہ امام جعفر صادق کی حدیث میں واضح طور پر موجود ہے جو ابھی بیان ہو چکی ہے اب تقدیر کو تدبیر کیسے بدل سکتی ہے۔

ائمہ معصومین کے صاحبزادوں کے اسماء گرامی

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ ائمہ معصومین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے فرزندوں دلبندوں کے نام مبارک ابوبکر، عمر، عثمان رکھے ہیں۔ اور اہل تشیع کی تقریباً ہر کتاب میں جہاں بھی ائمہ معصومین کی اولاد معصومین کا بیان اور ان کے اسمائے گرامی کا ذکر آتا ہے۔ یہ حقیقت واضح ہے۔

جلاء العیون مصنفہ باقر مجلسی میں بالتصریح موجود ہے۔ اور کشف الغمہ صفحہ ۱۳۲، ۲۲۴ پر حضرت سیدنا امام عالی مقام علی کرم اللہ وجہہ کے ایک صاحبزادے صاحب کا نام مبارک ابوبکر دوسرے کا نام مبارک عمر، تیسرے کا نام مبارک عثمان، موجود ہے اور یہ بھی تصریح ہے کہ یہ تینوں حضرات اپنے بھائی کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ جلاء العیون میں ہے کہ امام عالی مقام شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند کا نام عمر ہے جو علی اکبر کے نام سے مشہور تھے۔ کشف الغمہ صفحہ ۱۷۱ میں ہے کہ امام عالی مقام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادہ صاحب کا نام مبارک ابوبکر دوسرے کا نام مبارک عمر ہے۔ کشف الغمہ صفحہ ۲۰۰ میں ہے کہ امام عالی مقام سیدنا علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہم کے ایک صاحبزادے صاحب کا نام مبارک عمر ہے کشف الغمہ صفحہ ۲۴۳ میں امام عالی مقام ابوالحسن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے صاحب کا نام مبارک ابوبکر ہے۔ دوسرے کا نام عمر ہے۔

وقت تحریر چونکہ میرے پاس جلاء العیون موجود نہیں ورنہ اس کے صفحات بھی درج کرتا۔ صفحات یاد نہیں ہیں۔ علماء حضرات کتاب دیکھ کر صفحات لگا لیں۔

کتاب ناسخ التواریخ میں ہر ایک امام کے فرزندوں کے نام اور ان کے فرزندوں کے نام حتیٰ کہ کئی پشتوں تک ابوبکر، عمر، عثمان ہیں۔

اب جن مقدس ہستیوں نے اپنے دلبندوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان رکھے تھے۔ بہر صورت وہی ہستیاں ان کے

مراتب اور فضائل سے زیادہ واقف ہو سکتی ہیں نہ کہ ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد آنے والے لوگ (اور اگر گستاخی نہ ہو) تو ایسے لوگ جو قرآن کریم کی کسی آیت کا صحیح ترجمہ کرنا تو کجا خود صحیح تلاوت کرنے سے بھی نابلد ہیں۔ علوم عربیہ پر مہارت تو بڑی دور کی چیز ہے۔ نام کے واقف بھی نہیں تو ایسے لوگوں کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے؟ کہ ائمہ دین کے واضح طرز عمل کے خلاف ان تصریحات کے مناقض و برعکس خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اعلیٰ وارفع شان کے متعلق کوئی نظریہ قائم کریں اور اسی من گھڑت عقیدے کے تحت اللہ کے مقبولوں کے نام لے کر ان کے حق میں سب بکنا عبادت تصور کریں تو اتنا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اپنی اولاد کا نام بہتر سے بہتر رکھا جاتا ہے۔ آئندہ اولاد کی قسمت۔۔۔ نام رکھنے میں تو ایک غریب سے غریب آدمی بھی بچے کا نام شاہجہان رکھنا ہی پسند کرتا ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا کہ کسی نے بھی اپنے فرزند دلبند کا نام ایسا رکھا ہو جس کو وہ برا مانتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی بڑے سے بڑا محب اپنے لڑکے کا نام ابن زیاد یا شمر، یزید وغیرہ نہیں رکھ سکتا۔ تو تمام ائمہ کرام اپنے فرزندوں، امام زادوں کے نام ایسے کیوں رکھ سکتے تھے جن کو وہ اچھا نہ جانتے ہوں۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ابوبکر، عمر، عثمان انتہا درجہ فضل و کمال، تقدس اور رفعت شان پر فائض ہستیاں تھیں جیسا کہ پہلے اوراق میں ائمہ معصومین کی تصریحات کو بطور نمونہ پیش بھی کر چکا ہوں۔

برے نام سے اجتناب

اگرچہ اہل عقل کے نزدیک ائمہ معصومین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اپنے فرزندوں کا نام ان مقدس ہستیوں کے نام پہ رکھنا ان کے علو مرتبت و رفعت شان کیلئے بڑی زبردست دلیل ہو سکتی ہے۔ مگر ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ اہل تشیع کی معتبر ترین کتابوں میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ائمہ طاہرین کے نزدیک کسی ایسے آدمی کا نام اپنی اولاد کیلئے تجویز کرنا جس پر اللہ تعالیٰ خوش نہ ہو یہ ہرگز جائز نہیں۔ مثال کے طور پر کشف الغمہ صفحہ ۲۴۴ جہاں حضرت امام ابوالحسن موسیٰ رضا اور امام جعفر صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں اپنے ایک شیعہ یعقوب سراج کو حکم دے رہے ہیں۔ کہ کل جو تو نے اپنی لڑکی کا نام رکھا ہے۔ جلد اس کو بدل لو کیونکہ یہ ایسے آدمی کا نام ہے جس پر خدا خوش نہیں۔ تو جو دوسروں کی اولاد کا نام بدلنے کا حکم دے رہے ہیں وہ اپنے فرزندوں کے نام ایسے کیوں تجویز کرتے جو اللہ کے پیارے نہیں تھے اور جن کو وہ بہتر نہیں جانتے تھے۔

عجیب لطیفہ

کئی دوستوں نے ایک عجیب لطیفہ سنایا کہ شہر سرگودھا میں ایک آنکھوں کے ڈاکٹر ہیں جن کے پاس جب کوئی ایسا مریض جاتا ہے جس کا نام صدیق یا عمر یا عثمان ہو تو پہلے تو اس کو زیر علاج رکھنے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی ناقابل رد سفارش لے جاتا ہے تو پھر اس غریب کو ہمیشہ کیلئے آنکھ کے مرض سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس قسم کے آئی سپیشلسٹ محب ائمہ معصومین کے زمانہ میں علاج کی خدمات پیش نہ کر سکے ورنہ ان کا نور دیدہ ائمہ کے ساتھ بھی یہی سلوک ناگریز تھا جو نہی وہ مقدس ہستیاں اپنا نام ابوبکر یا عمر یا عثمان بتاتیں ادھر دستِ محب شان محبت کا مظاہرہ کر گزرتا۔ ایسے ڈاکٹر صاحب کا یہ نظریہ بھی خارج از حکمت نہیں کیونکہ ابوبکر و عمر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آنکھ کے

ساتھ نسبت بھی تو ہے۔ دیکھئے اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب معانی الاخبار مطبوعہ ایران صفحہ ۱۱۰ جہاں امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر میری آنکھ ہے عمر میرے گوش مبارک ہیں عثمان میرا دل منور ہے اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام مطبوعہ ایران صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵ کہ جہاں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ابوبکر بمنزلہ میری آنکھ کے ہے تو ایسی صورت میں محبت وتولی کا سارا مظاہرہ آنکھ ہی کے متعلق پیش کرنا زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

وائے افسوس!

حضرت انتہائی تعجب ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے روزمرہ مشغلہ کے متعلق بھی تاریخ سے اس قدر بے خبر ہیں کہ ان کو ائمہ معصومین کے نام تک معلوم نہیں ان کے واضح ترین طرز حیات وتصریحات اور لائحہ عمل تو درکنار محض جہالت پرمبنی ایک خود ساختہ دھرم پر کیوں اتر آتے ہیں چونکہ صاحب کشف الغمہ نے اہل السنّت والجماعت کے متعلق بڑے شد ومد کے ساتھ اتہام باندھا تھا۔ کہ وہ ائمہ معصومین کی روایات کو نہیں مانتے۔ اسی خوف سے میں نے اہل تشیع ہی کی معتبر ترین کتابوں کو حاصل کیا اور ان سے صرف وہی روایتیں جو ائمہ طاہرین معصومین سے ہیں اور جن کے متعلق یقین کامل ہے کہ محبت وتولی کا دم بھرنے والے ایسی روایتوں کو سرآنکھوں پر رکھیں گے اور دیکھتے ہی ایمان لائیں گے۔ اہل عقل وانصاف کی خدمت میں پیش کی ہیں۔

یہ رسالہ گویا کلمتہ باقیہ ہے اللہ تعالیٰ منظور فرمائے اور اپنے مقبولین کے طفیل اہل انصاف ودانش کو اس سے ہدایت بخشے اور مجھ غریب کو جزائے خیر سے سرفراز فرمادے۔ آمین ثم آمین۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم٥

فقیر محمد قمر الدین سیالوی غفر اللہ لہ

سجادہ نشین آستانہ اقدس سیال شریف (ضلع سرگودھا)

بتاریخ ۱۸۔ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ یوم الاثنین